هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

توبہ و مغفرت

محمد یٰسین، بندر روڈ، کراچی

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: اور جو کوئی کام کرے برا یا ظلم کرے جان اپنی کو پھر بخشش مانگے اللہ تعالےٰ سے پائے گا وہ اللہ تعالےٰ کو بخشنے والا مہربان۔

ترجمہ: اور جو کوئی برائی کرے یا جان اپنی کا ضرر کرے، پھر اللہ تعالےٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالےٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔ (بیان القرآن)

تشریح:- اس آیت مبارکہ میں ترغیب استغفار ہے یعنی ہر گناہ (بجز شرک کے) بارگاہ عفو میں قابل بخشش ہے ضرورت صرف اقدام توبہ کی ہے۔ ایک دفعہ گناہوں سے نفرت ہو جائے اور نیکی کے لئے مضبوط عہد کر لے پھر فکر تعزیر نہیں خدا غفور الرحیم ہے۔ اس آیت مبارکہ میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ گناہ چونکہ ذاتِ باری سے متعلق نہیں اور اس کا نقصان صرف انسان کی ذات تک محدود ہے اس لئے تلافی ممکن ہے یہ غلط عقیدہ ہے کہ بہر حال گناہ قابلِ تعزیر ہے۔ اسی طرح کے عقیدے سے ایک تو کامل مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری جانب خدا کی توہین لازم آتی ہے۔ کیونکہ وہ قادر مطلق مختار کل۔ کریم ہر وقت ہمارے گناہوں پر خطِ تنسیخ کھینچ سکتا ہے۔ اس کا رحم و کرم ہر آن اسے بخشش پر آمادہ کرتا رہتا ہے اس کی ادنیٰ توجہ ہمارے دفتر عصیاں کو پاکیزہ کر سکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ خطا معاف ہی فرما دے بلکہ اُس کی ذاتِ بے مثال گناہوں کے دفتر کو نیکیوں سے تبدیل فرما دیتی ہے۔ یاد رہے گناہ کا بدلہ تو نیکی ہے اور نیکی ثواب ایک سے

کوئی حد بندی کا ضابطہ ایسا نہیں ہے جسے وہ ماننے کے لئے مجبور ہو۔ وہ بے نیاز و متعال ہے وہ قانون ساز ہے۔ اس کے یہاں عطاء سے کمی نہیں آتی۔ وہ مغفرت چاہنے والے کو بخشش دیتا ہے اس کا قانون رحم و عفو و بخشش ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۝

رحمت نے میرے عجز میں اخلاص دیکھ کر
شامل گناہ کر دئے سارے ثواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَھُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالےٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ "توبہ" جس کا قبول کرنا اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان لوگوں کی توبہ ہے جو حماقت سے گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ پھر قریب ہی میں توبہ کر لیتے ہیں۔ سو ایسوں پر اللہ تعالےٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالےٰ خوب جاننے اور حکمت والے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان کے سامنے کسی کی موت بھی آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن لوگوں کی جن کی حالت کفر پر موت آ جاتی ہے ان لوگوں لئے ہم نے ایک دردناک سزا تجویز

شرح: فرمایا تائب وہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھے اور فوراً ہی جان لینے کے بعد توبہ کر لے۔ وہ نہیں جو عمداً توبہ کے بھروسے پر گناہ کرے۔ اس آیت مبارکہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ توبہ اس وقت مفید ہو سکتی ہے کہ جب گناہ کے ارتکاب کی پوری ہمت ہو، وقت مساعد ہو، ورنہ اس وقت جب کاروان منزل تک پہنچ چکا ہو اور ہمت اور قوت جواب دے چکی ہو تو توبہ سے کیا حاصل، اس وقت کی توبہ بے معنی ہوتی ہے کیونکہ گناہگار سے گناہگار آدمی بھی اس وقت عاجز ہوتا ہے۔ جب زندگی ہی جواب دے رہی ہے پھر ارتکاب گناہ کیسا۔ بات یہ ہے کہ اسلامی فرائض و مناہی استدلال و فہم سلیم پر مبنی ہیں اور جب موت کے وقت عالم غیب کی بہت سی چیزیں بلا غور و فکر کئے آنکھوں کے سامنے آ موجود ہوں اور فطرت کے رازہائے سربستہ خود اپنی چہرہ کشائی پہ آمادہ ہوں تو اس وقت خیر و شر کی تمیز کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

صلی اللہ علیہ وسلم

فخرِ رسالت آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
خواجۂ جن و بشر شافعِ امت صلی اللہ علیہ وسلم
ابرِ سخاوت مہرِ مروت صلی اللہ علیہ وسلم
ختمِ نبوت ختمِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر : ۶۷۵۴۵

جلد ۱۵ | ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ر جولائی ۱۹۶۹ء | شمارہ ۹

مسجدِ شہداء

اسلام میں عبادت کا جو مقام اور نظام ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں اور سب سے بڑی اسلامی عبادت نماز ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر شب و روز میں پانچ مرتبہ فرض ہے اور یہ عبادت باجماعت مساجد میں ادا کرنے کا حکم ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر ہے جو قبا میں بنی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ ہر دو مساجد کی تعمیر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برابر کا حصہ لیتے رہے۔ اسی دنیا میں سب سے افضل و اشرف عمارت خانہ کعبہ ہے دوسرے نمبر پر مسجد نبوی، بیت المقدس اور اس کے بعد دوسری مساجد ہیں۔ مساجد کا دوسرا نام اللہ کا گھر ہے۔ جو فرق خالق اور مخلوق میں ہے اسی نسبت سے فرق خالق کے گھر اور مخلوق کے گھروں میں ہے مسلمان جس ملک اور جس مقام پر بھی گئے وہاں انہوں نے سب سے پہلے مسجد بنائی۔ اس سے اسلام میں مسجد کی اہمیت اور اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام میں مسجد کا مقام و درجہ کیا ہے اس بات سے بھی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس جگہ پر ایک دفعہ مسجد تعمیر ہو جائے قیامت تک کے لئے وہ جگہ مسجد کے [illegible]ہ کسی اور مصرف کے لئے استعمال [illegible] سکتی۔ مسجد سے لے کر [illegible]

مسجد کی اسی عظمت و احترام اور اہمیت کی بناء پر اسلام کی ابتداء سے لے کر آج تک جو مساجد تعمیر ہوتی رہیں ان کی ایک خاص شکل و صورت ایک خاص طرزِ تعمیر اور فکر کارفرما رہا کہ مساجد عام عمارات اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں سے ممتاز رہیں۔ بلکہ اس چیز کا اہتمام ہر مذہب والے اپنی عبادت گاہوں میں کرتے ہیں کہ ہر ایک کی عبادت گاہیں دوسرے مذاہب سے جدا نظر آئیں۔ چنانچہ کلیسا، مندر، گوردوارے ہر ایک کی تعمیر ایک خاص شکل کی ہو گی اور دور ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس مذہب کی عبادت گاہ ہے۔

مساجد شعائر اللہ میں سے ایک شعار اور اسلام کی علامات میں سے ایک اہم علامت ہیں بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مساجد کے میناروں کو بھی (ایک خاص طرزِ تعمیر کے تسلسل اور اس پر جمہور کے مسلسل عمل و مداومت کی وجہ سے) شعائر اسلام میں سے شمار کیا ہے کیونکہ میناروں کو دور سے دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بستی مسلمانوں کی ہے۔ آج تک جتنی مساجد تعمیر ہوئیں وہ عام طور پر مستطیل یا پھر مربع شکل میں تعمیر ہوئیں اور ان کے مینار اور گنبد معلوم و معروف طریقہ پر تعمیر ہوتے چلے آئے۔ لیکن افسوس کہ اب ہمارے ملک میں اس تسلسل اور پونے چودہ سو سالہ روایت کو شعوری یا غیر شعوری طور [illegible] ختم کرنے کی طرح [illegible]

برصغیر پاک و ہند پر اپنی تہذیب، تمدن اور ثقافت و کلچر کے جو گہرے اثرات چھوڑے اور ہماری اکثریت جس طرح مغرب پرستی کا شکار ہوئی خیال تھا کہ آزادی ملنے کے بعد رفتہ رفتہ اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن وا حسرتا! اس میں کمی تو کیا ہوتی ان اثرات اور مغرب پرستی نے ایک مہلک قومی مرض کی شکل اختیار کر لی ہے۔ سامراج کے قافلہ سالار امریکہ کی تقلید میں ملک میں سرکاری اور غیر سرکاری عمارات تو امریکی طرز پر تعمیر ہو ہی رہی تھیں کہ جن کو دیکھ کر ایک دوست کہہ رہے تھے کہ پاکستان کی جدید عمارات کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ امریکہ کی نو آبادی ہے —— لیکن اس کا سب سے المناک اور تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ اب ملک میں مساجد بھی عیسائیوں کی عبادت گاہوں کی شکل و صورت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ اس کا نقشِ اوّل کراچی میں ڈیفنس سوسائٹی کی عظیم ترین مسجد اور نقشِ ثانی لاہور کی مسجد شہداء ہے جو لاہور کی سب سے بڑی سڑک شاہراہ قائداعظم کے مرکزی چوک ریگل پر تعمیر ہو رہی ہے۔ دونوں مسجدیں زمین سے گول گنبد اٹھا کر بنائی گئی ہیں اور ایک مینار جو بالکل گرجا کے مینار کی طرح سے بنایا گیا ہے۔ ایک مقامی اخبار کے کارٹونسٹ نے بالکل صحیح تبصرہ کیا ہے کہ "چاہے آپ ہزار دلائل دیں مگر یہ مسجد مسجد معلوم نہیں ہوتی۔" ان ہر دو مساجد میں پونے چودہ سو سالہ اسلامی طرزِ تعمیر کے تسلسل کو یکسر نظر انداز کر کے ایک نیا طرز اختیار کیا گیا ہے جو گرجا گھر سے مشابہت رکھتا ہے مسجد سے نہیں۔

معاصر عزیز "نوائے وقت" نے ۱۹ر جون ۱۹۶۹ء کے اداریہ میں نئی جماعت پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی کے قیام سے قبل دردمندانہ التماس کی تھی کہ

"مجوزہ متحدہ پارٹی کا نام کسی صورت غیر ملکی زبان انگریزی کا مرہونِ منت نہیں ہونا چاہیئے —— اور یہ کہ یہ بات بہت اچھی یا مستحسن معلوم نہیں ہوتی کہ ا[illegible]وں کا مقصد تو پاکستان[illegible]

[illegible]

مجلس ذکر

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۶۹ء

کتاب و سنّت پر عمل ہی راہِ نجات ہے

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:۔

انعاماتِ الٰہیہ کا شکر

سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ اس ذاتِ بے ہمتا کا خصوصی انعام ہے کہ اس نے لاکھوں، کروڑوں، اربوں مسلمانوں میں سے ہم آپ کو اپنے دربار شہنشاہی میں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کسی شامتِ عمل سے ہمیں اپنی یاد سے محروم نہ رکھے۔ جہاں بھی اللہ رکھے، جس حال میں رکھے اپنی یاد سے، اپنے ذکر کی توفیق سے زندہ و سلامت رکھے۔

زبانی جمع خرچ نہ کرو، عمل کرو

مجلس ذکر کے بعد چند جملے حضرت رحؒ کے اتباع میں اور ان کی سنّت جو جاری کی ہوئی ہے اس کی پیروی میں عرض کر دیا کرتا ہوں — آج ایک چھوٹی سی حدیث ہے جو پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ اس سے قبل ایک آیت سن لیجئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت آیت ۲)

ترجمہ: کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم صرف یہ کہنے پر کہ ایمان لائے ہیں چھوڑ دئے جائیں گے۔ اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی ——— یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرّسل، ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ کے بعد انسان عملی زندگی میں اسلام کو اپناتا ہے، ایمان پر قائم رہتا ہے اور جو فرائض ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے، کو اپنی زندگی کا [illegible] بناتا ہے [illegible] پ کو

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیا، نہ نماز نہ روزہ اور پھر بھی مسلمان کے مسلمان۔ حضرتؒ پڑھا کرتے تھے ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خالش نہ خط
بجبو بش نام نہادند غلط

سب سعادتیں انہی کو میسّر ہیں جو سچے دل سے مسلمان ہیں اور صحیح معنوں میں اسلام پر عمل پیرا ہیں، ورنہ لاکھوں کروڑوں مسلمان ہیں جو نماز کے قریب نہیں پھٹکتے، مسجد کی شکل کبھی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور زبان سے الحمد للہ کہنے کی توفیق نہیں ہوتی ——— بہرحال اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ صرف زبانی جمع خرچ سے یہ لوگ جنّت کے وارث بننا چاہتے ہیں۔ حالانکہ عمل کرنے کے بعد بھی انسان گھمنڈ نہیں کر سکتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ عمل نیّت پر مبنی ہیں۔ لیکن عمل والا اللہ کے ہاں مقبول ہے یا کسی شامتِ عمل سے محروم ہے، حج وغیرہ قبول نہیں مردود ہے۔ رمضان کے روزے اللہ نے قبول فرمائے یا رَد فرما دئے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یعنی امتحان کے بعد طلبہ کو نہیں پتہ ہوتا کہ نمبر کتنے آئیں گے، پاس ہوتے ہیں یا فیل ہوتے ہیں — بعض اوقات امید کچھ ہوتی ہے، ہو کچھ جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی صحیح (گیس اور) اندازہ ہو بھی جاتا ہے۔ بہرحال یہ اللہ کے ہاتھ کی بات ہے میری آپ کی بات نہیں ہے کہ ہم نے ذکر کر لیا، نماز پڑھ لی، تو ضرور ہی جنّت میں جائیں گے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم [illegible]

معصیتیں، نافرمانیاں جہاں تک ہو سکے انہیں خیرباد کہیں۔ جہاں تک ہو سکے کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ اللہ کو اپنائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تک دو چیزیں پکڑے رکھو گے (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ) کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ کہنے کو تو دو لفظوں میں یہ بات ختم ہو گئی۔ اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے پڑھتے عمریں ختم ہو جاتی ہیں اور عمل تو پھر ساری زندگی کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآن کی اس آیت کے ضمن میں یہ حدیث ہے جو پیش کرنے والا ہوں۔ یہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی قراد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضاء یومًا فجعل الصحابۃ یتمسحون بوضوئہ فقال لھم النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ما یحملکم علیٰ ھٰذا قالوا حب اللہ ورسولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہ اذا حدّث ولیؤد امانتہ اذا ائتمن ولیحسن جوار من جاورہ۔ اس ساری حدیث کا لبّ لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک واقعہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامّی) ایک دفعہ صحابہ کرام کے درمیان وضو فرما رہے تھے تو صحابہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لگن تھی، محبت تھی، ان کے ساتھ جو تعلقِ خاطر تھا وہ ظاہر ہے، دنیا میں کوئی ایسا بانیٔ مذہب، کوئی ایسا ریفارمر نہیں آیا، کوئی ایسا نبی نہیں آیا کہ اس کے پیروکاروں کو اس سے اتنی محبت ہو جتنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کو، صحابہؓ کو محبت تھی۔ دشمنوں کو آپ سے محبت تھی۔ اسلام کے بدترین مخالف آپؐ پر جان چھڑکتے تھے۔ آپ کو صَادِقُ الْقَوْل۔ صَادِقُ الْوَعْد، مُحَمَّدُ نِ الْاَمِیْن، کیسے پیار [illegible] سے

۱۱ر ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۷ر جون ۱۹۶۹ء

عقیدۂ آخرت پر یقین برائیوں سے بچنے کا ضامن ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم۔
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ (پ ۳۰۔ آیت ۱ تا ۱۱)

ترجمہ، کس چیز کی بابت وہ آپس میں سوال کرتے ہیں۔ اس بڑی خبر کے متعلق جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں عنقریب جان لیں گے پھر ہرگز ایسا نہیں عنقریب وہ جان لیں گے۔ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں — اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا اور تمہاری نیند کو راحت کا باعث بنایا اور رات کو پردہ پوش بنایا، اور دن کو روزی کمانے کے لئے بنایا۔

محترم حضرات! میں نے اس عنوان پر بارہا سوچا ہے کہ اس دور میں اگرچہ مساجد، علمائے کرام، مبلغین عظام اور جلسوں وغیرہ کی بہتات ہے، تحریری اور تقریری طور پر تبلیغ اسلام کثرت سے ہو رہی ہے مگر گناہوں اور برائیوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہو رہی بلکہ خطرناک حد تک زیادتی ہو رہی ہے۔ چنانچہ کوئی دن بھی ایسا طلوع نہیں ہوتا جس میں نئے نئے گناہ جنم نہ لیں — اور اب حال یہ ہو چکا ہے کہ یہ دنیا گناہوں کی آماجگاہ اور برائیوں کی [illegible] گاہ بن چکی ہے۔

[illegible] تک گناہوں کا تعلق ہے اس [illegible]

لیکن فرق اتنا ہے کہ پہلے کم ہوتے تھے اب بے اندازہ ہو رہے ہیں — پہلے گناہ کو گناہ سمجھا جاتا تھا اور کرنے والے شرمسار ہوتے تھے۔ اب گناہ کو آرٹ اور ترقی کی علامت سمجھ کر فخر سے کیا جاتا ہے۔ پہلے چھپ کر گناہ کئے جاتے تھے کہ دیوار کو بھی خبر نہ ہو، مگر آج ڈھول بجا کر دن دہاڑے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے — گلی گلی میں لاؤڈ سپیکروں پر درس اور محلے محلے میں وعظ و نصیحت کی مجالس برپا ہیں۔ اخبارات و جرائد میں ہر روز مذہبی کالم چھپتے ہیں — مستقل طور پر دینی ہفت روزے اور ماہنامے جاری ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر درس قرآن ہو رہے ہیں مگر معاشرہ ہے کہ اس سے بدکردار معاشرہ چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا اور زمین کبھی اتنی زیرِ بار نہیں ہوئی ہوگی۔

غیر مسلموں کا تو کہنا ہی کیا مگر مسلمان جنہیں ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کی ذمہ داری اور زمانے بھر کی اصلاح کا کام سونپا گیا تھا وہ خود ہی اخلاق و کردار اور اعمال و افعال کے اعتبار سے اس قدر گر چکے ہیں کہ کفر بھی بزبانِ حال یہ کہتا ہوا سنائی دیتا ہے ؎

توقع جن سے تھی کچھ خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ کشتۂ تیغِ ستم نکلے

خرابی کی جڑ

میں نے جب بھی کبھی اس مسئلہ پر سوچ بچار کی ہے تو یہی بات سمجھ میں آئی ہے [illegible] اصل وجہ [illegible]

لوگ کھلم کھلا کہتے پھرتے ہیں۔ ع

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

یا

پنجابی میں یہ کہتے سنائی دیتے ہیں:۔

”ایہہ جگ مٹھا تے اگلا کس ڈٹھا“

اس لئے جو جی میں آئے کرتے پھرو — حالانکہ اے عزیزانِ گرامی! عقائدِ اسلام میں یہی آخرت کا عقیدہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ نیکوکار بنانے اور بدکاری سے روکنے میں یہ سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

آخرت پر یقین کا نتیجہ

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان اس عقیدے پر جمے رہے فرشتے بھی ان کی پاک دامنی پر رشک کرتے رہے۔ اور جب سے فکرِ آخرت میں کمی آئی ہے اور اس یقین میں ناپختگی نے راہ پا لی ہے شیطان بھی ہماری بدکرداریوں اور سیاہ کاریوں پر انگشت بدنداں ہے — جزاء و سزا کا یقین آدمی کو بدعملی سے روکنے میں مضبوط ترین ہاتھ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً آج کل رات کو بغیر بتی کے سائیکل چلانے میں یقینی چالان ہوتا ہے اس لئے بڑے سے بڑا باا‌ثر آدمی بھی رات کو بغیر بتی سائیکل چلانے میں جھجک محسوس کرتا ہے۔ پس اگر ہمیں قیامت کا یقین اسی درجہ میں حاصل ہو جائے کہ دودھ میں پانی کی ملاوٹ، کم تولنے [illegible] حق تلفی کرنے یا [illegible]

بنیں گے تو مجھے یقین ہے کہ آج ہی بازار میں کھرا سودا نہ ملنے یا سینماؤں میں مساجد کی نسبت زیادہ حاضری کی شکائتیں بند ہو جائیں گی۔

میرے مسلمان بھائیو اور عزیزو! آج اگر آپ معاشرہ میں خوشگوار تبدیلی چاہتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ ناخوب کی بجائے خوب اور ناپسند کی بجائے پسند عام ہو جائے تو ایمان بالآخرۃ کے عقیدہ کو مضبوط تر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ نیکیوں پر ابھارنے والا اور بدکاریوں سے روکنے والا بھی ایک بڑا ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کے شروع ہی میں وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (پ۱) — "اور آخرت پر بھی وہ ایمان رکھتے ہیں" کو متقین کی نشانی ٹھرایا گیا ہے — نیز قرآن پاک میں جا بجا اسی حقیقت پر ایمان لانے کے علاوہ قرآن مجید کا تیسواں پارہ تو سارے کا سارا صرف اسی موضوع کے لئے وقف نظر آتا ہے۔ بعض مفسرین کرام نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جو کام سب سے زیادہ ضروری ہو اور جس چیز کی اہمیت بہت زیادہ ہو ابتداءً بھی اسی کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور زور دینے کے لئے آخر میں بھی اسی کی تاکید کی جاتی ہے۔ چونکہ آخری پارے پر خالق کی اپنی مخلوق سے بات چیت ختم ہو رہی تھی اور خالق کی مرضی یہ ہے کہ مخلوق آخرت کو نہ بھولے، اس لئے آخری پارہ میں قیامت ہی کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔

تاریخ اسلام شہادت دے رہی ہے کہ کفارِ مکہ خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ بلکہ اس کی کبریائی پر بھی یقین رکھتے تھے۔ بتوں کو تو انہوں نے محض اس تک رسائی کا وسیلہ بنایا ہوا تھا وہ علی الاعلان کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (سورہ زمر)

ہم تو ان کی پوجا پاٹ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے وسیلہ سے اس کے قریب ہو جائیں۔

نماز روزہ پر بھی انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا مگر جو بات [illegible] [illegible] ذہن میں نہیں بیٹھتی تھی

اور جس بات پر وہ کملی والے سے اختلاف کرتے تھے وہ یہی تھی کہ۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ج ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۝ (ق آیت ۲)

کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے ہماری ہڈیاں بھربھری ہو جائیں گی پھر ہم زندہ کئے جائیں گے؟ یہ تو ناممکن بات ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتے ہیں "میری قدرت پر شک کرنے والو! میں نے تو تمہیں اس وقت بھی پیدا کر دیا تھا جب تمہارا نام و نشان بھی نہ تھا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ (پ ۲۹ س دھر)

کیا انسان پر ایک ایسی گھڑی نہیں گذری کہ جب وہ کچھ بھی نہیں تھا؟ اب تمہیں دوبارہ پیدا کرنے میں مجھے کون سی مشکل پیش آسکتی ہے۔ جبکہ ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں کی صورت میں ہی سہی، تمہارا نشان تو موجود ہے۔

قیامت کا آنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ میں نیکوکاروں کا بدلہ اور بدکاروں کو ان کے کئے کی سزا دوں کیونکہ اگر کوئی ایسا دن نہ آئے تو میرے عدل پر حرف آئیگا۔ حالانکہ میں سب سے بڑا عادل اور انصاف کرنے والا ہوں۔

یہ چند آیاتِ کریمہ جو خطبہ کے آغاز میں پڑھی گئی تھیں ان میں بھی یہی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو خدا اتنی زمین کو بچھا سکتا ہے۔ اس پر پہاڑوں کو کیلیں بنا کر لگا سکتا ہے۔ جو دن میں سے رات اور رات کے بطن سے دن پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

تین جہان

چنانچہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں:۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا —

اور بنایا ہم نے تمہاری نیند کو تمہاری دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کا ذریعہ۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا

رات کو پردہ پوش۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔

اور بنایا ہم نے دن کو روزی کمانے کا سبب۔

قربان جایئے رب العزت کے کہ ذرّوں میں آفتاب اور قطروں میں حقائق کا سمندر بھر دیا ہے۔ یہی تو قرآن عزیز کی بلاغت ہے کہ آج تک دنیا اس کا جواب دینے سے قاصر رہی۔

دیکھئے ان چھوٹے چھوٹے تین ٹکڑوں میں تینوں جہانوں کا ذکر کر دیا۔

پہلے ہیں عالم دنیا، دوسرے ہیں عالمِ برزخ اور تیسرے ہیں عالمِ حشر کا —

پہلی آیت میں نیند کا ذکر کیا۔ اور نیند گویا موت ہے — دوسری آیت میں رات کی تاریکی کو پردہ پوش کہا گیا گویا یہ قبر کی تاریکی ہے۔ یوں سمجھئے کہ رات کی تاریکی میں سونے والا گویا ایک میت ہے جو قبر میں پڑی ہے پھر طلوع ہونے والا دن گویا یوم حشر ہے کہ دن میں ہر کئے کا بدلہ ملتا ہے۔

بس اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ بس اسی سے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور عالم حشر میں جزا و سزا کے لئے پیش ہونا سمجھ لو۔

اللہ تعالٰے ہم سب کو یوم آخرت پر حق الیقین کے درجہ کا ایمان نصیب فرمائے اور ہر بُرے کام سے بچنے کی توفیق دے آمین یا الٰہ العالمین۔

انتقال پُر ملال

مدنی مسجد کمہار پورہ لاہور کے خطیب مولانا قاری عبدالحی صاحب عابد کی ننھی بچی راشدہ اس دنیا فانی سے رحلت کر گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب قاری صاحب کے لئے دعا فرمائیں کہ خدا نعم البدل دے اور عزیزہ کو

اپنے علم و ہنر پر مغرور ہونا نازیبا ہے

محمد شفیع عمر الدین، میرپورخاص

حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب سرہندیؒ فرماتے ہیں:۔

"مخدوما! سب باتوں کو من جانب اللہ سمجھنا چاہیئے۔ اور کشائش کار" کو اسی کی طرف سے تلاش کرنا چاہیئے"۔ (مکتوب نمبر ۲۳۴)

قولہٗ تعالےٰ۔ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (یونس آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اور اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے ہٹانے والا کوئی نہیں اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے۔

(ف) "جب ان چیزوں کے پکارنے سے منع کیا۔ جن کے قبضہ میں تمہارا بھلا برا کچھ نہیں، تو مناسب کہ اس کے بالمقابل مالک علی الاطلاق کا ذکر کیا جائے، جو تکلیف و راحت اور بھلائی برائی کے پورے سلسلہ پر کامل اختیار اور قبضہ رکھتا ہے۔ جس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی ہٹا نہیں سکتا اور جس پر فضل و رحمت فرمانا چاہے کسی کی طاقت نہیں کہ اسے محروم کر سکے"۔ (حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانیؒ)

لہٰذا بندے کا فرض ہے ہر وقت اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے۔ مگر بندہ بڑا کوتاہ اندیش ہے جب وہ کسی مصیبت و تکلیف کو اپنے فضل و کرم سے راحت اور سکھ میں بدل دیتا ہے تو وہ اسے بھول جاتا ہے اور یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے [illegible] تکلیف سے چھٹکارا اسے [illegible]

ہنر کی وجہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالےٰ تکلیف کے بعد راحت دے کر بندے کو آزماتا ہے کہ وہ اسے دونوں حالات میں یاد رکھتا ہے یا نہیں، اس کی طرف جھکا رہتا ہے یا نہیں۔ مگر بندہ اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث اس امتحان میں ناکامیاب ہو جاتا ہے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ (الزمر آیت ۴۹)

ترجمہ: جب آدمی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب اسے اپنی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے میری عقل سے ملی ہے۔

یعنی بندہ بڑا کوتاہ اندیش ہے مصیبت اور تکلیف سے چھٹکارا پاتے ہی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کو بھول جاتا ہے۔ اور مصیبت سے خلاصی اپنی عقل کی وجہ سے تصور کرتا ہے۔ اگر بندہ یہ سوچتا کہ عقل بھی منجملہ دوسری نعمتوں کے اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ ہے تو ایسا خیال بھول کر بھی نہ کرتا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در سبب چوں بے مرادت کرد رب
پس چرا بدظن نگردی در سبب

یعنی جب تک اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تو بندے کی تدبیر، عقل، اسباب اور علم و ہنر سے "کشائش کار" نہیں ہوتی۔ اس لئے بندے کو چاہیئے کہ "اسباب" پر بھروسہ نہ رکھے۔ انہیں مصائب سے خلاصی کا ذریعہ نہ گردانے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا منتظر رہے۔ سب امیدیں اسی ذات پاک سے وابستہ رکھے۔ اسباب میں [illegible] کرنا بھی اسی مسبب الاسباب

کا فعل ہے۔

حضرت مولانا صاحبؒ اس بات کو دو مثالوں سے ذہن نشین کراتے ہیں — پہلی مثال ؎

بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ
دیگراں زاں مکسبے عریاں شدہ

یعنی جب مالک الملک نے چاہا۔ تو ایک کام کی بدولت اس کے کرنے والا بادشاہی کے مرتبے پر پہنچ گیا۔ مگر جب مشیت الٰہی دوسرے شخص کے شامل حال نہ ہوئی تو وہ وہی کام کر کے رسوا اور ذلیل ہو گیا۔

دوسری مثال ؎

بس کس از عقدِ زناں قاروں شدہ
دیگر از عقدِ زن مدیوں شدہ

یعنی ایک شخص نے متعدد شادیاں کیں اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وہ بہت بڑا مال دار بن گیا۔ اس کے برعکس دوسرے شخص نے ایک ہی شادی کی اور وہ غریب اور کنگال ہو گیا اور قرضدار بن گیا۔ ہمارے گرد و پیش مذکورہ بالا مثالوں کی کمی نہیں۔ اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ ہر حال میں رب السمٰوٰت کی طرف جھکے رہیں۔

قارون کی بھول

اللہ تعالےٰ نے قارون کو بے شمار دولت عطا فرمائی تھی اس کی قوم کے عقلمند لوگوں نے اسے ازراہِ نصیحت کہا کہ وہ اس مال و دولت کو شریعت کے مطابق خرچ کر کے دونوں جہان کی بھلائیاں حاصل کرلے۔ مگر اس نے اس نصیحت کو ٹھکرا دیا۔ اور یوں گویا ہوا اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ (قصص آیت ۷۸)

ترجمہ: یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس [illegible]

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۶۸ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۶)

صحابہ کرام نے جب ایمان قبول کیا۔ (کیونکہ یہ مکی سورت ہے) مکہ مکرمہ میں منافق نہیں تھے۔ منافق مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، یہودی وغیرہ پھر منافق بنے۔ اس لئے میں نے امام بخاریؒ کے قول کو ترجیح دی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔ انہوں نے قول نقل کئے ہیں۔ کہ یہ آیت اُن صحابہ کرام کے حق میں ہے جو ایمان لانے کے بعد حیا والے بن گئے اور مسلمان ایمان لانے کے بعد پھر حیا والا بن جاتا ہے۔ پھر خدا سے شرماتا ہے، پھر اپنے ماں باپ سے شرماتا ہے، اپنے استاد سے شرماتا ہے، بیوی خاوند سے شرماتی ہے، خاوند بیوی سے شرماتا ہے۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) مجھے خدا کی قسم ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدن میں نے نہیں دیکھا، میرا بدن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہیں دیکھا (صحیح حدیث ہے) وہ بدنِ اطہر۔ میاں بیوی ہیں دونو اور بیحد پیار ہے آپس میں (یہ باتیں دین ہیں) حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دفعہ پانی مانگا، عائشہ صدیقہ رضؓ نے پانی پیالے سے پیا، وہی پانی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نوش فرمایا۔ تو جہاں سے جس جگہ پیالے کے کنارے کی جس جگہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے منہ رکھا تھا امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا منہ مبارک اُسی جگہ پر رکھ کر پانی پیا۔ میاں بیوی میں محبت کا ہونا یہ اسلام ہے۔ ہم اس کے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن ہم اس چیز کے خلاف ہیں کہ اپنے خاوندوں کے بغیر [illegible] بیویوں کے [illegible] دوسروں کے [illegible] بنتا (خواہ کسی

بھی نیت سے ہو) یہ عنداللہ جرم عظیم ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا —— هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ ۱۸۷) میاں، بیوی کا لباس۔ بیوی، میاں کا لباس۔ اور قرآن نے پرہیزگاروں کو دعا سکھائی۔ پرہیزگار مردوں کو، پرہیزگار عورتوں کو۔ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان ۷۴) اللہ مجھے آپ کو اس عادت کا پابند فرمائے) کہ جب اپنے بیوی بچوں کو دیکھیں تو کیا کہتے ہیں؟ اے میرے اللہ! میری بیوی، میرے بچے ایسے میری نظر میں بنا دے کہ ان کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ (سبحان اللہ) — (اللہ مجھے آپ کو تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بھائی کیا خیال ہے جناب کا اس گھر میں کہ جس گھر میں سحری کو میاں بھی جاگے، بیوی بھی جاگے — حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ اس میاں بیوی پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ جب بیوی پہلے جاگ پڑے کبھی اور خاوند ابھی سویا ہو، تہجد کے لئے تو بیوی اپنے ہاتھ میں پانی لے اور اپنے خاوند کے چہرے پر چھینٹا مارے (آج کل گرم پانی کے ساتھ ماریں، ٹھنڈے کے ساتھ نہ ماریں، زکام کے دن ہیں۔ کہیں اور مصیبت بن جائے، مجھے بددعا دیتے پھرو، اگر مارنا ہی ہے تو ذرا گرم پانی ہونا چاہیے) — تو چھینٹا مارے تاکہ وہ جاگ پڑے۔ او کہے کہ اٹھو جی بابو صاحب! مولوی صاحب! قاضی صاحب! حضرت صاحب! اٹھو تہجد کی نماز پڑھ[illegible]

بیوی سو رہی ہے، خاوند جاگ پڑا ہے۔ اب بیوی کو اٹھانے کے لئے خاوند چھینٹا مارے۔ پانی کا اشارہ کیا ہے کیونکہ وضو کرے گا — مطلب یہ ہے؛ خواہ مخواہ پانی تو نہیں لے گا، وضو کرے گا۔ وضو کیا میاں نے، لوٹا وٹا کھڑکایا، بیوی نہیں جاگی۔ لیکن پھر اب جگانا چاہتا ہے تو پانی کے چھینٹے مارے لیکن ذرا دور ہو کر مارے، چھینٹے مارے پانی کے، بیوی جاگ پڑی۔ اور فرمایا کہ اٹھ میری بیوی، اُٹھ اللہ کے سامنے تُو بھی سجدہ کر، میں بھی سجدہ کروں۔ پھر دونو اپنے دامن کو خدا کے سامنے پھیلا دیں تاکہ ہماری اولاد پر خدا اپنے رحم و کرم کی بارش کر دے۔ پھر گھر میں برکت آئے گی یا بے برکتی آئے گی؟ بیوی کو پتہ نہیں خاوند صاحب رات کو کہاں رہے، خاوند کو پتہ نہیں بیگم صاحبہ کون سے کلب میں رات گزار رہی ہیں تو پھر بتاؤ اس گھر میں برکت آئے گی یا بے برکتی آئے گی؟ ہم جو باتیں کرتے رہتے ہیں درد سے کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری بچیوں کے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہمیں اللہ تعالےٰ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی پیروی نصیب فرمائے)

تو ارشاد فرمایا إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ —— جب تجھ میں حیا نہیں ہے تو جو مرضی ہے کرتا پھر —— تو حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے تو وہ اپنے بدنوں کو ڈھانپتے تھے تو خدا نے فرمایا، نہیں، ان باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے سینوں کی باتوں کو بھی جانتا ہوں۔ تکلیف مالایطاق میں نہیں دیتا۔ میں بندوں پر وہ تکلیف ڈالتا ہوں جو تکلیف وہ برداشت کر سکیں۔ تو اس سلسلے میں ارشاد فرمایا أَلَا، یاد رکھو میرے بندو! إِنَّهُمْ۔ یہ لوگ، يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ، دوہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ تاکہ چھپائیں اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ سے۔ أَلَا حِينَ يَسْتَ[illegible]

قسط ۷

قرآنی توحید

پروفیسر حافظ عبد المجید ایم، ایس، سی - ایم، اے

حضرت زکریاؑ کی دعا کی قبولیت

۲۷- قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ (۳: ۴۰)

ترجمہ- حضرت زکریاؑ نے عرض کیا- کہ اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا. حالانکہ مجھ پر بڑھاپا آپہنچا- اور میری بیوی بھی بانجھ ہو چکی ہے- اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جائے گا- اللہ تعالےٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں-

فائدہ- جب حضرت زکریاؑ نے اولاد کے لئے دعا کی- تو انہیں حضرت یحیٰی کی بشارت ملی- یہ بشارت اس وقت ملی جب آپ حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک فرشتہ نے یوں خوشخبری سنائی کہ فرزند عطا ہوگا نام یحیٰی ہوگا- اللہ کے کلمہ (حضرت عیسیٰؑ) کی تصدیق کریں گے- مقتدا ہوں گے- اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے- نبی ہوں گے- اور صالح ہوں گے- حضرت زکریاؑ نے خود ہی دعا کی تھی- اور بے موسمے پھلوں کا مہیا ہونا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے- اور بشارت میں فرزند کے نام کی بھی تصریح تھی اس لئے حضرت زکریاؑ کو یہ تو کامل یقین تھا کہ فرزند ہوگا- یہ سوال کہ لڑکا کیسے ہوگا؟ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں کچھ شک یا تردد تھا- سوال کا منشا صرف کیفیت معلوم کرنا تھا کہ ہم اسی طرح بوڑھے رہینگے یا ہمارے اندر کچھ تبدیلی آئے گی- تو خداوندِ قدوس نے فرمایا- کہ تم اسی طرح بوڑھے بھی رہوگے اور تمہارے ہاں فرزند بھی پیدا ہوگا ——— خدا تعالےٰ کی قدرت کا اندازہ کرو- جو اولاد سے مایوس اور عمر کی اس حد تک پہنچنے والوں کو جب کہ اولاد ہونا ناممکن ہوتا ہے اولاد عطا کرسکتا ہے ایسی قدرتوں والے کے علاوہ پھر کسی اور کی کیوں عبادت کی جائے-

حاضر و ناظر صرف اللہ ہے

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ [illegible]

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (۳: ۴۴)

ترجمہ- یہ قصے غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کو ہم (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر وحی کر رہے ہیں- اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ اس وقت موجود تھے- جب کہ وہ اپنے اپنے قلموں کو ڈالتے تھے- کہ ان سب میں سے حضرت مریمؑ کی کفالت کون کرے اور نہ آپ ان کے پاس موجود تھے- جب کہ وہ باہم اختلاف کر رہے تھے-

فائدہ- حضرت زکریاؑ کا قصہ ہو یا حضرت یحیٰیؑ کا- حضرت مریمؑ کا قصہ ہو یا حضرت عیسےٰؑ کا یہ سب کے سب غیب کی خبریں ہیں- جو بذریعہ وحی خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بتائی گئیں- غیب وہ ہے جو مخلوق میں سے کسی کو معلوم نہ ہو- اس لئے غیب دان صرف خدا تعالیٰ ہیں- غیب کی کوئی بات جب مخلوق پر ظاہر کر دی جاتی ہے- وہ غیب نہیں رہتی- مخلوق پر غیب کی وہی بات ظاہر ہوسکتی ہے- جس کی خود خداوند قدوس اطلاع کردیں- خدا کے تمام غیب پر کوئی مخلوق پورے کا پورا حاوی نہیں ہوسکتا اس لئے تمام نبیوں نے یہ اعلان کیا ہم غیب دان نہیں ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں بے شمار جگہ یہ اعلان کرایا گیا- کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں ہیں وہ اتنا ہی کچھ جانتے ہیں- جتنا خداوندِ قدوس نے آپ کو بتایا ——— یہ ظاہر ہے کہ خداوندِ قدوس نے آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے ——— غیب جاننے کے ساتھ ساتھ ہر جگہ ہر وقت موجود ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے- اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں خیال ہوسکتا تھا- کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والسلام کی عظمتِ شان کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن ہے اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ قدرت عطا فرمادی ہو اس لئے تصریح کر دی کہ آپ اس وقت موجود نہ تھے- جب حضرت مریم کی کفالت کے مسئلہ پر قرعہ اندازی ہو رہی [illegible]ور لوگ باہم جھگڑ رہے تھے- گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر حاضر ناظر ہونے کی صفت سے متصف ہوتے تو اس وقت بھی موجود ہوتے جب حضرت مریم علیہ السلام کی کفالت کے مسئلے پر قرعے ڈالے جا رہے تھے-

حضرت مریمؑ کو حضرت عیسےٰؑ کی بشارت

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (۳: ۴۷)

ترجمہ: مریمؑ نے کہا- اے میرے پروردگار میرے ہاں بچہ کیوں کر ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا- اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں- جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں- تو اس کو کہہ دیتے ہیں- کہ ہو جا- بس وہ چیز ہو جاتی ہے-

فائدہ:- فرشتوں نے خدا تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریمؑ کو یہ خوشخبری سنائی کہ لڑکا ہوگا- جو کلمۃ اللہ ہوگا لقب مسیح اور نام عیسےٰؑ بن مریمؑ ہوگا- دنیا اور آخرت میں باآبرو ہوگا- مقربین میں سے ہوگا- گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا اور صالحین میں سے ہوگا- حضرت مریمؑ یہ بشارت سن کر سخت حیران ہوئیں کہ آج تک کوئی مرد میرے قریب تک نہیں آیا میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا- خداوند قدوس نے فرمایا کہ تم اسی غیر شادی شدہ حالت میں رہوگی اور لڑکا بھی ہو جائے گا اور ایسا کرنا مالک الملک کے لئے کچھ مشکل نہیں- اس کی قدرت کا تو یہ عالم ہے کہ جس چیز کے کرنے کا ارادہ کرے تو صرف کُنْ (ہوجا) کہنے کی دیر ہے سب کچھ ہو جاتا ہے- وہ عموماً اپنے فیصلے اسباب کے ذریعہ کرتا ہے- لیکن وہ اسباب کا محتاج نہیں- اسباب کے پیدا کئے بغیر بھی وہ جو چاہے کرسکتا ہے- وہ اسباب کے بغیر حضرت مریمؑ کو غیبی رزق مہیا کرسکتا ہے- اس نے حضرت آدمؑ کو ماں باپ کے بغیر پیدا کیا، حضرت حوا کو ماں کے بغیر پیدا کیا- وہی بغیر باپ کے لڑکا پیدا کرسکتا ہے- اس کی قدرت کاملہ کے لئے یہ بالکل مشکل نہیں

ولادتِ مسیح کے متعلق پرویز صاحب کا نظریہ

پرویز صاحب نے اپنے تجدد کو کام میں لاتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ کو ایک نئے رنگ میں پیش کیا ہے- لکھتے ہیں:-

"حضرت مریمؑ کو اپنے وقت پر حمل قرار پا گیا۔ جس طرح حمل قرار پایا کرتا ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنے کی قرآن کو ضرورت نہ تھی ہر شخص جانتا ہے کہ حمل کس طرح قرار پایا کرتا ہے۔ کذٰلک۔ اسی طرح جس طرح ہر شخص جانتا ہے۔ اور جس طرح خود حضرت مریمؑ کے دل میں خیال گزرا تھا۔ کہ اس کے لئے بشر کے ساتھ تمسک کی ضرورت ہے۔"

(معارف القرآن از پرویز جلد ۳ صفحہ ۵۵۱)

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مریمؑ ایک راہبہ (NUN) کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ جسے دنیاوی علائق سے کچھ واسطہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ساری عمر تجرد میں گزار دینی چاہیئے۔ آپ کو خدا کی طرف سے اشارہ ملا کہ انہیں متاہل زندگی بسر کرنی ہوگی کیوں کہ انہیں ایک عظیم الشان رسول کی امین بننا ہے۔ اس طے شدہ امر (امراً مقضیا) کے مطابق حضرت مریمؑ نے خانقاہ کی زندگی چھوڑ کر عائلی زندگی اختیار کی۔ لیکن یہودیوں کے نزدیک یہ کوئی چھوٹا جرم نہیں تھا۔ ایک راہبہ کا تجرد کی زندگی چھوڑ کر متاہل زندگی اختیار کر لینا مشرب خانقاہیت میں ارتداد سے کم نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت مریمؑ کو مورد طعن و تشنیع بنایا اور اپنے جوش انتقام میں اس پیکر عفت و ناموس کے خلاف طرح طرح کے الزام تراشے وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا یعنی ان کے نزدیک ایک راہبہ کا نکاح، نکاح ہی نہیں قرار پا سکتا تھا۔ اس لئے اس کی اولاد کس طرح مستحسن نگاہوں سے دیکھی جا سکتی تھی؟ لہٰذا ان کی نظروں میں یہ فعل نہایت شنیع اور یہ امر (معاذ اللہ) موجب ہزار نفرین تھا۔" (معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۵۵۳)

ایک اور موقع پر رکھتے ہیں:۔

"خانقاہ میں راہبہ بنی تھی تو ضبط نفس کے انداز بھی سیکھتی۔ اور اگر اس طرح کی متاہل زندگی بسر کرنی تھی۔ تو خانقاہ میں معتکف کیوں ہوئی تھی" (ایضاً صفحہ ۵۵۴)

نیز:

"ہر طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہو رہی ہے لیکن وجہ تشنیع وہ واقعہ ہے۔ جو اللہ کی مشیت کے ماتحت اس کے حکم کے مطابق، ایک (اَمْرًا مَّقْضِيًّا) کو ... مردوں کے ... کسی

کہ وہ بے خطا ہیں۔ لیکن ان کے پاس کون سا ثبوت تھا۔ جسے وہ اپنی بریت میں پیش کر دیتیں۔ وہ ہزار کہتیں کہ مجھے اس برگزیدہ مولود کے لئے فرشتوں نے بشارتیں دی تھیں۔ میں نے خانقاہ کی تجرد زندگی کی چھوڑ کر متاہل زندگی اسی مقصد عظیم کے لئے (خدا کے حکم کے ماتحت) اختیار کی تھی۔ لیکن اسے باور کون کرتا۔ وہ جھٹ کہہ دیتے کہ یہ باتیں بنا رہی ہے" (ایضاً صفحہ ۵۵۴)

اس سے چند سطروں کے بعد پرویز صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت عیسےٰؑ نے اپنی پیدائش کے متعلق ایک حرف تک نہیں کہا۔ اس لئے کہ سوال (کسی غیر معمولی طور پر) پیدائش کا نہیں تھا بلکہ ان کا اعتراض یہ تھا کہ حضرت مریمؑ نے رسم و رہ خانقہی چھوڑ کر عائلی زندگی کیوں اختیار کی؟ اس کے جواب میں حضرت عیسٰیؑ نے اپنی نبوت اور کتاب کی طرف اشارہ کرکے یہ بتا دیا کہ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان رسوم خانقاہیت کو اصل مذہب سے کیا تعلق ہے؟ یہ سب تمہاری اختراعات ہیں۔ انہیں اس دین سے کچھ واسطہ نہیں جن کے تم مدعی بنے بیٹھے ہو۔ لیکن جسے تم نے درحقیقت کچھ کا کچھ بنا رکھا ہے۔ اس لئے حضرت مریمؑ نے متاہل زندگی اختیار کرنے میں کوئی گناہ نہیں کیا۔ لہٰذا میں انہیں مورد الزام قرار نہیں دیتا۔ یہ تمہاری شقاوت اور قساوت قلبی ہے۔ جو اس عفیفہ کے خلاف دریدہ دہنی سے کام لے رہے ہو۔ میں تو ایسا شقی القلب نہیں ہو سکتا۔ یقیناً وہ حسن سلوک کی مستحق ہے۔ اور اس کے ساتھ میرا سلوک ایسا ہی ہوگا۔ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي"

(ایضاً صفحہ ۵۵۵)

پرویز صاحب کی ان تحقیقات کو غور سے پڑھیں۔ خصوصاً خط کشیدہ فقرے کو ملاحظ...ئیں۔ پرویز صاحب کے ... ا... صل یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ ...یر باپ کے پیدا نہیں ہوئے ...یمؑ نے باقاعدہ نکاح کیا ...عیسےٰ بالکل اسی طرح پیدا ... طرح توالد و تناسل کا سلسلہ ہے۔

...علینا بیانہ کا مفہوم

...سلسلہ میں پرویز صا...

مولوی صا... صاحب! ...

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ تحقیق اس قرآن کو کھول کر بتلانا ہمارے ذمہ ہے (سورہ قیامۃ) یعنی قرآن کریم کے معانی و مطالب کا بیان کرنا خدا تعالےٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ کے متعلق جتنی آیات ہیں ان سب کا مفہوم بھی خدائے تعالےٰ نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتلایا ہوگا کہ ان آیتوں کی رو سے حضرت عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے یا ان کی پیدائش عام انسانی طریقہ توالد تناسل کے ذریعہ ہوئی۔ اور پھر یہ ایک واقعہ ہے۔ اور واقعہ میں دو احتمالات نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں طریقوں میں سے مقامی طور پر کسی ایک طریقہ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہوگی۔ اب کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ بتلایا یا نہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی ولادت کیسے ہوئی؟ اور پھر جو تعبیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں اس واقعہ کی وہی تعبیر معتبر ہوگی۔ کوئی اور تعبیر قابل اعتبار نہ ہوگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، صحابہ کرام کے دور میں، تابعین کے دور میں، تبع تابعین کے دور میں بلکہ آج تک اس واقعہ کی یہی تعبیر تسلیم کی جاتی رہی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اگر پرویز صاحب اپنی تعبیر کو درست تسلیم کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چودہ سو سال تک اس واقعہ کی غلط تعبیر کی جاتی رہی ہے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خداوند قدوس نے قرآن کریم کی وضاحت و تفسیر کو جو اپنے ذمہ لیا تھا۔ تو معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری بالکل ہی پوری نہیں کی۔ کہ چودہ سو سال تک اس نے قرآن کی ان آیتوں کی تفسیر کسی کو نہ بتلائی اور لوگ ان کی بالکل ہی غلط تعبیر کرتے رہے ——— خدائے تعالیٰ یقیناً اس بہتان سے بالکل پاک ہیں۔ وہ تو ہر عیب سے پاک ہیں۔ اور حضرت عیسےٰؑ کی ولادت کے واقعہ کی صحیح تعبیر یہی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا

مولانا افضل علی رح

تلمیذ شیخ الہند رح مجاز حضرت تھانوی رح

محمد قاسم بن فیض علی بارہ بنکوی متعلم دار العلوم دیوبند

یہ کسی تخت نشین کے حالاتِ زندگی نہیں، ایک بوریا نشین کے تابناک احوال ہیں۔ یہ کسی بادشاہ کے خدمت گذار کی حکایت نہیں بلکہ تحریک آزادیٔ ہند کے علمبردار، مسلک دیوبند کے مقتدا و پیشوا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح کے خادم خاص و شاگردِ رشید کی مختصر داستان ہے۔ یہ کسی عام انسان کے تربیت کردہ و صحبت یافتہ کی کہانی نہیں بلکہ پروردۂ دامنِ عاطفت حکیم الامت رح، اصلاح یاب مصلحِ زماں رح مولانا افضل علی صاحب کی ذات عالی صفات کا ذکرِ جمیل ہے جو لعل دریا کی طرح دامن گیتی میں چھپا رہا۔ کتنی ہی نرالی شان ہے کہ حکیم الامت رح تلمیذ شیخ الہند رح نے چرخِ علم و عمل پر آفتاب درخشاں کی طرح زمینِ قلوب انسانی کو منور کیا تو آپ کے خلیفۂ مجاز بھی رات کی تاریکیوں میں ماہتاب بن کے چمکے۔ مگر دنیا اس وقت غفلت میں رہتی ہے۔ خبر نہیں ہوتی کہ چاند نکلا ہے یا نہیں۔ مشہور ہے:

نور القمر مستفاد من نور الشمس

نام و پیدائش آپ کی ولادت باسعادت موضع کھلواڑہ (بارہ بنکی) کے معزز ترین خاندان جو باعتبار وجاہت کے ممتاز تھا۔ چودھری صاحب ناظر علی اطراف و جوانب کے معروف آدمی تھے موصوف کے گھر ۱۳۰۱ھ میں ایک ہونہار بچہ پیدا ہوا جس کا نام نامی خاندان کے بزرگوں نے افضل علی تجویز کیا۔

آپ ازراہِ تواضع اکثر فرمایا کرتے "میں صرف نام کا افضل ہوں، کام کا نہیں"۔

لباس و حلیہ قد دراز، جسم دُبلا پتلا گنجان ریش، سامنے سے سر کے بال جھڑے ہوئے، لمبا کرتہ، شرعی [...]گی اور [...] ٹوپی، صدری و شیروانی [...]یا۔ حضرت [...] مستف[...]

[...] سے علوی اور والدہ کی طرف سے قِدوائی تھے۔ سولھویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب اپنے وقت کے معروف و مشہور بزرگ خواجہ عبید اللہ احرار سے مل جاتا ہے۔ یہ بزرگ غازیٔ اسلام سلطان محمود غزنوی کی ہمرکابی میں بارادۂ تبلیغ و اشاعت اسلام تشریف لائے تھے۔ موصوف کے والد و والدہ محترمہ کو چودھویں صدی ہجری کے نامور بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ حضرت شاہ گنج مراد آبادی کے عطیات تبرکات میں ایک تانبے کا لوٹا اور کٹورا اب تک محفوظ ہے، کچھ کپڑے بھی تھے جو حوادث کی نذر ہو گئے۔

عقد و نکاح مولانا افضل علی کا نکاح ۱۹۰۷ء کنتور (بارہ بنکی) کے ذی وجاہت خاندان میں غلام حضرت قدوائی کی دختر نیک اختر سے ہوا جو نہایت عابدہ، زاہدہ اور پارسا تھیں۔ ان کے بطن سے بارہ اولادیں ہوئیں۔

ابتدائی تعلیم آپ کے پدر بزرگوار گونڈہ میں سرکاری ملازمت پر بحیثیت قانون گو مامور تھے اس لئے آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہیں مولانا مرتضیٰ حسین نامی بزرگ اوّلین استاد مقرر ہوئے۔ اور کلام اللہ کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ بعد ازاں خاندانی طور و طریق کے مطابق آپ کو انگریزی میں داخل کیا گیا۔ ابھی اسکول سے مڈل پاس کیا ہی تھا۔ اچانک گورنمنٹ اسکول میں ایک ماسٹر کی کمی محسوس کی گئی۔ کارندوں نے جناب ناظر علی سے اس بات پر اصرار کیا۔ افضل علی کو ملازمت پر مجبور کریں۔ بالآخر باپ نے بیٹے کو حکم دیا۔ چار و ناچار قبول تو کر [...]ور صرف ۱۸ ایام جوں توں گنوائے

مگر چونکہ طبعی رجحان تحصیل علمِ دین کا تھا اس لئے استعفیٰ دے دیا۔ اور علم دین کے لئے نکل پڑے۔ قصبہ نگرام جو لکھنؤ سے ۲۰ میل پر واقع ہے پہنچے۔ مقام مذکور میں ایک باکمال شخصیت مولانا محمد ادریس صاحب تشریف رکھتے تھے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ بعد تحصیل علم و فیض دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور کچھ ہی دن بعد ایشیا کی مشہور درسگاہ قاسم العلوم دیوبند کے زیر سایہ رہ کر حصول علم دین کا مصمم ارادہ کر لیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

عزم محکم ارادے جواں ہوں اگر
منزلیں چومتی ہیں قدم دوڑ کر

یہی ہوا کہ تشنۂ علم، طالب صادق علم کا واقعی متلاشی ہندوستان کی اس مرکزی درسگاہ میں جا پہنچا۔ جہاں سے علوم و معارف کے چشمے پھوٹتے ہیں اور جہاں فضل و کمال کے دریا بہتے ہیں جیسا کہ جناب ناظر علی صاحب زمیندار وقت و رئیس تھے مال و دولت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ مگر یہ اللہ کا ولی خدا پر بھروسہ کر کے فقط مصارفِ سفر و زادِ راہ اور چند ملبوسات کے ساتھ دیوبند پہنچا۔ گویا یہ نقشہ تھا خدا رسیدہ بزرگ عیاض کا۔ باپ بادشاہِ وقت ہیں۔ خزانہ موجود، وجاہت کے حامل، لیکن صاحب زادہ جب راہِ خدا میں نکلا تو قرآن حکیم، تسبیح اور ماسوا توکل علی اللہ۔ کوئی شے ہمراہ یعنی قطعی طور پر روا شمار نہ کی تھی۔ اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنی پسند کی۔

دیوبند کی زندگی جب آپ دار العلوم دیوبند میں علم میں منہمک ہوتے تو حسب قانونِ مدرسہ اجرائے طعام کا حکم نافذ ہوا۔ موصوف کو جوں ہی اس کا علم ہوا۔ فوراً دفتر اہتمام میں درخواست گذاری۔ مجھے منجانب مدرسہ طعام کی ضرورت نہیں۔ صادر فرمودہ امر واپس لیا جائے۔ الغرض اس خود دار نوجوان نے امداد لینا گوارا نہ کی۔ ادھر اپنے پدر کو دیوبند آنے کی اطلاع دیتے ہوئے خوف کرتے۔ مگر محبت پدری نے روشناس کرنے پر مجبور [...]یا۔

معافی کے ساتھ ساتھ اپنے جملہ حالات قلمبند کر کے حوالۂ ڈاک کر دئے۔ چونکہ یہ اپنے باپ کے چہیتے و لاڈلے بیٹے تھے۔ بنا بریں والد صاحب صاحبزادے کی اتنی طویل مسافت و مفارقت کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے حد درجہ ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کلیتہً مصارف دینے سے انکار کر دیا۔ اب بھی آپ کا قلب مطمئن رہا۔ اور نہایت استقلال، ثبات قدمی و پختگی کا ثبوت دیا۔ تشکر خدا بجا لائے اور پوری دلجمعی کے ساتھ علم میں مشغول رہے۔ ظاہر ہے کوئی معقول رقم لے کر نہیں آئے تھے۔ عسرت و تنگدستی کے دنوں نے منہ دکھلایا اور فاقے پر فاقے ہونے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ دوران سال کچھ ایام ایسے بھی آئے جب مولانا افضل علی نے محض درختوں کی پتیوں پر قناعت کی ہے۔ ہمارے دوسرے اسلاف و اکابر ملت بالخصوص مولانا مملوک علی صاحب کی روئداد زندگی اس قسم کے نتیجہ خیز و عبرت انگیز واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اللہ اکبر۔ راہِ خدا میں جو بندہ نکلے اسے اس قدر مصائب و تکالیف کا سامنا ہو۔ اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنی پڑے۔ بس بات بالکل صادق و حق ہے۔ جیسا کہ فقیہہ امت سیدنا امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا مقولہ ہے۔ کہ "علم اپنا بعض بھی نہیں دیتا جب تک کہ اپنا کل اس کے سپرد نہ کر دیا جائے"۔

بفرمانِ ابو یوسفؒ بہت تھوڑا سا آتا ہے
حصولِ علم کی خاطر اگر ہستی مٹا بھی دی

دیوبند میں حکیم الامت کا ورود مسعود

آپ کی خستہ حالی کے یہ ایام چل ہی رہے تھے کہ حضرت مجدد الملت مولانا تھانویؒ کی دیوبند میں تشریف آوری ہوئی متعلقین و متبعین ہمراہ ہیں۔ آپ (مولانا افضل علی) بھی نقش قدم پہ چل رہے ہیں موسم گرما ہے تمازت و حرارتِ آفتاب سے زمین تپ اٹھی ہے۔ لیکن حکیم الامتؒ کا شیدائی عشق و محبت میں چور، پابرہنہ و پیوند شدہ کپڑوں میں ملبوس رواں دواں ہے۔ جیسے کوئی پروانہ [illegible] کے ساتھ جلتا بھنتا چلتا رہے اور اسے اپنی تکلیف و پریشانی کا ہرگز خیال نہ ہو۔ نیز وہ اپنی جان دے کر سرمدی زندگی کی لذت محسوس کرے۔ چلتے ہوتے حضرت تھانویؒ کی نگاہِ کیمیا اثر بار بار اس مشتِ خاک پر پڑتی۔ جاں نثار عاشق برہنہ پا کو دھوپ کی حرارت و تیزی میں کندن بنتا دیکھ کر مسکراتی رہی۔

خدا خدا کر کے مستقر (قیام گاہ) پر پہنچے تو حضرت مولانا تھانوی نے آپ کو اپنے قریب بلا کر شرف ملاقات و مخاطبت سے بہرہ ور کیا۔ یہ پہلی ملاقات ہے۔ یہیں سے تعلقات و التفات کا آغاز ہوا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے پاپوش عنایت فرمایا۔ اولاً انکار کیا۔ لیکن بعد اصرار موصوف نے بسر و چشم قبول کر لیا۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کی ذات ستودہ صفات محتاج بیان نہیں۔ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے۔ ع

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

دیوبند سے بوقت واپسی ہمراہ خود تھانہ بھون لے گئے۔ بعدہٗ مولانا افضل علی زمانہ قیام دیوبند التزاماً تھانہ بھون حاضری دیتے اور حضرتؒ کے تبحّر علمی و فیوض باطنی و روحانی سے مستفیض ہوتے رہے اللہ نے حکیم الامت کو علم و عمل کا نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔ لاتعداد افرادِ انسانی نے اپنی اپنی زندگیاں آپ کے کمالات و محاسن سے سنوار لی ہیں۔

شیخ الہندؒ کی صحبتِ مبارکہ

مولانا افضل علی حضرت شیخ الہندؒ کی صحبتِ مبارکہ کے شرف اور فیوض ظاہری و باطنی سے بہت زیادہ مستفید ہوتے۔ کو اکثر کتب درسیہ دارالعلوم ہی پڑھی ہیں۔ شیخ کی مجالس میں شرکت کا غایت درجہ اہتمام فرماتے اور مشکلات و مغلقات و مختلف فیہ مسائل کو حل کراتے۔ نیز تشفی بخش جوابات سے استفادہ کرتے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے انتہائی محبت و الفت اور والہانہ تعلق رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ بھی بڑی ہی شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ جس کا صحیح اندازہ ممدوح کے مکتوبات سے کیا جا سکتا ہے۔ خطوط خاصی تعداد میں تھے۔ مگر افسوس صد افسوس بیشتر خستہ و بوسیدہ [illegible] پھر بھی چند سلامت ہیں۔ جنہیں ہدیۂ ناظرین کرنے کے واسطے وقت درکار ہے۔ گر خدا خواہد۔ ایک گرانقدر مکتوب گرامی بلفظہ نقل ہے۔ ملاحظہ ہو:-

مخدوم سراپا فضل زادکم اللہ فضلاً علی فضل-!

بندہ محمود سلام مسنون کے بعد ملتمس ہے۔ سامی نامہ موصول ہوا۔ خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ والحمد للہ حفظِ قرآن مبارک عزم ہے۔ حق سبحانہٗ قبول فرماوے اور بخیر تمام ہو۔ آمین! القاسم کی بابت آپ کا خیال مفید خیال ہے۔ مولوی محمد اصغر حسین صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے پیش کر کے آپ کے خیال کی تائید کروں گا۔ غالباً وہ بھی پسند کر لیں گے۔ مدرسہ کا حال کیا ہے؟ ملاقات کو دل چاہتا ہے۔ حق سبحانہٗ جناب کو مہلت اور ہمت دے تو ہماری آرزو بھی نکل جاوے۔

والسلام علیکم و علی من لدیکم۔
محمود عفی عنہ۔ دیوبند شنبہ ۲۹ر

(مکتوب گرامی پر علاوہ تاریخ قمری ماہ و سن کی قید قطعاً نہیں — البتہ کارڈ کے جانب آخر مہر ڈاک خانہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۱ء کا ارسال فرمودہ ہے۔ سن مذکور کے حساب سے ہجری ۱۳۲۹ھ واقع ہوتی ہے۔ مولانا افضل علی کو ۲۷ر ستمبر دستیاب ہوا جسے آج تقریباً ۵۷-۵۸ سال کا طویل عرصہ گذر رہا ہے)

تواضع وانکسار

مولانا نہایت لطیف الطبع خوش خو خوش مزاج اور فطرتاً سادگی پسند واقع ہوئے تھے۔ دنیاوی جاہ و جلال اور عزت فی الخلق کو لاشئی محض خیال فرماتے۔ خود کو حد درجہ کمتر و کہتر اور ضعیف و ناتواں گردانتے۔ نیز آپ کی طبیعت میں خلوت و جلوت کا انتہائی غلبہ تھا بنا بریں اپنے کو کبھی ظاہر نہیں فرمایا۔ علم و فضل کے باوجود خلیفۂ مجاز کے اندر بمطابق حدیث نبویؐ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ فَقَدْ رَفَعَہُ اللّٰہ۔ غایت درجہ تواضع و انکسار تھا۔ آپ کی کسر نفسی کے سلسلہ میں واقعۂ ذیل عجیب عبرت انگیز سبق آموز و ہدایت [illegible] صحیح تعبیر یہی متعدد ہیں۔ باپ کے پیدا [illegible] کی عظم[illegible] عالم [illegible]

وہ یہ کہ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کا جلسۂ دستار بندی و تقسیم اسناد منعقد ہوا جملہ فارغین نے اپنی اپنی دستار فضیلت کرائی۔ لیکن آپ (مولانا افضل علی) جلسہ گاہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے رہے قریب اختتام جلسہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن (برد اللہ مضجعہ) کو خیال آیا۔ چہار جانب نظر دوڑائی تو آپ کو ایک کنارے پایا۔ بلا کر دریافت فرمایا۔ کیوں مولوی افضل علی تم نے دستار بندی نہیں کرائی؟ جواب دیا۔ حضرت میں نے تو کچھ پڑھا لکھا ہی نہیں۔ لہٰذا اس دستارِ فضیلت کا لائق ہی نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں تم ہی اس قابل ہو کہ تمہاری دستار بندی کی جاتی۔ خوشا قسمت۔ شیخ الہندؒ نے اپنے دستِ مبارک سے دستار فضیلت باندھی اور کلمات خیر سے سرفراز فرمایا۔

دراصل انہیں کلمات بابرکات و ادعیہ حسنات کا نتیجہ ہے کہ مولانا افضل علی صاحب کی شخصیت اگرچہ بظاہر گمنام رہی مگر احوال و کوائف سے علم ہوتا ہے کہ موصوف کی زندگی مبارکہ ماہتاب سے کچھ کم تابناک نہیں۔

خرقۂ خلافت

پہلے جیسا کہ علم ہو چکا ہے کہ مولانا افضل علی کو بزمانہ طالب علمی ہی حضرت مولانا تھانویؒ سے ربط و ضبط اور تعلقات کا شرف حاصل ہو گیا تھا اور اکثر و بیشتر ایام تعطیل تھانہ بھون ہی گذارا کرتے۔ اور حضرت کے فیوض ظاہری و باطنی سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ بعد فراغت اصلاح حال و بال اور تزکیہ نفس کی خاطر عرصۂ دراز تک کاشانۂ مجدد الملت پر قیام پذیر رہے۔ اوراد و وظائف، ذکر و اذکار کے ذریعہ صفائی قلب کرتے رہے۔ موصوف کثرتِ زہد و ریاضت کی بناء پر بہت ہی لاغر و کمزور ہوگئے تھے لیکن اس حال میں بھی اوقاتِ معینہ کی پابندی ہرگز نہ چھوڑی۔ اور حسب سابق معمولات کو بحسن اسلوب ادا کرتے رہے۔ الحاصل مولانا نے جب ضبط اوقات کر کے تکمیل معمولات کر لی اور سلوک و تصوف [illegible] منازل کو [illegible] لیا۔ حضرت حکیم [illegible] نے خلافت [illegible] دیا۔

بعدہٗ بحکم مولانا تھانویؒ وطن مالوف میں مقیم ہو کر خدمت قوم و ملت میں انہماک اختیار کیا۔ آپ کے والد ماجد عالم آخرت کو رحلت فرما چکے تھے اس وجہ سے جملہ امورِ خانگی آپ پر عائد ہو گئیں۔ موصوف نے پابندیٔ اوقات میں اندیشہ خلل محسوس کیا تو پیر و مرشد کی جانب مراجعت فرمائی۔ جواب میں حضرت حکیم الامتؒ نے جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا اسے من و عن نقل کیا جا رہا ہے:

عزیزم مولوی افضل علی صاحب زادکم اللہ لطفہٗ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ اگر ایک جلسہ میں نہ ہو سکے تو کئی جلسوں میں پڑھ لیا جائے۔ زیادہ مختلف اوقات میں پڑھنے سے بعض فوائد مرتب نہیں ہوتے۔ اگر بہت ہی ضروری ہو تو بولنے میں مضائقہ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے اوقات مقرر کئے جائیں جن میں بات چیت نہ کرنا پڑے اور مجبوری میں معذوری ہے۔ میں دونو امر کے لئے دعا کروں گا۔ باقی میں خیریت سے ہوں۔ والسلام

(اشرف علی عفی عنہ)

طبِ یونانی

بعد تکمیل علوم ظاہریہ و باطنیہ آپ نے طب یونانی کی طرف توجہ کی اور وقت کے مشہور و معروف طبیب حاذق مولانا حکیم سید عبدالحیٔ صاحب (پدر بزرگوار مولانا ابوالحسن علی ندوی) کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور مہارت تامہ پیدا فرمائی۔ حکیم صاحب کو مولانا پر کلی اعتماد تھا جب بھی سفر درپیش آتا تو مولانا افضل علی کو تھلواڑہ سے بلا کر مطب سپرد فرما دیتے۔ آپ نہایت سلیقہ و ہوشمندی کے ساتھ مریضوں کی دیکھ بھال کیا کرتے۔ حکیم صاحب سے غایت تعلق کی بناء پر ان کی اولاد و اعزہ سے بھی آخر وقت تک نیازمندانہ روابط قائم رہے۔ اور یہ لوگ مولانا کی مثل برادرِ بزرگ کی عزت و توقیر کرتے رہے۔ فن طب میں مہارت کے باوجود آپ نے ہمیشہ اسے ذریعہ آمدنی بنانے کی بجائے ذریعہ تبلیغ بنانا پسند کیا۔ ایک جگہ اس وقت تک [illegible] جب تبلیغی نقطہ نگاہ سے [illegible] مند رہا [illegible]

اتباعِ شریعت

مولانا افضل علی کو اتباع شریعت و پیروی سنت نبویؐ کا بڑا لحاظ تھا۔ اگر کسی کے اندر خلاف شریعت و سنت کوئی بات پاتے اسے فوراً متنبہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حیدر گڈھ (بارہ بنکی) کی شارع عام والی مسجد میں جہلاء نے تعزیہ رکھ دیا۔ مولانا لکھنؤ سے تشریف لا رہے تھے جب یہ ماجرا دیکھا تو سخت برہم ہو گئے۔ اور مزاحمت کی پروا کئے بغیر اسے اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ لیکن بعد میں ان لوگوں کو جونہی موقعہ ملا۔ پھر تعزیہ لا کر محراب مسجد میں رکھ دیا۔ مولانا اپنے وطن آ چکے تھے۔ دوبارہ جب اس کا علم ہوا تو ضلع (بارہ بنکی) کے کچھ پابند شرع لوگوں کو ہمراہ لے کر حیدر گڈھ تشریف لے گئے اور پھر تعزیہ اٹھا کر پھینک دیا۔

قاری جمن صاحب (یہ قاری صاحب مولانا کے قائم کردہ مدرسہ کے مایۂ ناز استاد تھے) جو اس معرکہ میں شامل تھے ان کا بیان ہے کہ ہم سب جس لوگ جس وقت حیدر گڈھ جا رہے تھے۔ طبیعت میں ایک خاص قسم کا جوش و خروش تھا۔ اور ہم سبھی ساتھی اس کارِ خیر میں اپنی اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار تھے۔ مولانا نے تبلیغ دین میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ جس کا اثر عرصۂ قلیل میں ایسا ہوا کہ پورا حلقہ تبلیغ دین میں لگ گیا۔ آپ نے شرک و بدعت کی رد میں کسی کی پرواہ نہ کی۔ حتیٰ کہ خود کبھی کے مقتدر لوگوں سے قریباً چھ سات سال کشمکش رہی۔ لیکن کبھی آپ ہراساں و خوف زدہ نہ ہوتے۔ تبلیغی کام کرنے کے سبب بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے خاص تعلق تھا۔ بانی تبلیغ کے ارسال فرمودہ متعدد مکتوبات موجود ہیں جن کے اندر اظہارِ محبت فرمایا۔

جذب و بے خودی

مولانا پر کبھی کبھی جذب و بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ آخر عمر میں [illegible] اکثر اوقات رہنے لگی تھی۔ اُن کے [illegible] خدا ہمہ وقت غالب ولید تھا۔ یعنی [illegible] فرماتے [illegible] تھا اور ولید سے [illegible] ولید رکھا تھا [illegible]

با آواز بلند کرتے یا اوراد و وظائف اور بزرگوں کے اشعار بالخصوص مولانا رومؒ کی مثنوی شریف پڑھا کرتے تھے۔

رشد و ہدایت

حضرت شیخ الہند و حکیم الامت کی نگاہ کیمیا اثر آپ پر برابر رہی انہیں حضرات کے ارشاد پر رشد و ہدایت خدمتِ خلق اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ لیکن اس کے لئے مجلس کا کوئی پروگرام تھا نہ خانقاہ کے لئے کوئی جگہ متعین تھی۔ بنا بریں یہ سلسلہ دیر پا ثابت نہ ہو سکا۔ پھر جذب و بے خودی کی حالت اس کی متحمل بھی نہ تھی۔ ویسے اطراف و اکناف میں کافی مریدوں کی تعداد موجود ہے۔

قیام مدرسہ

قصبہ سنبھلہ میں چونکہ مسلم آبادی کی اکثریت ہے اس لحاظ سے آپ نے اسے ہمیشہ توجہ کا مرکز بنایا۔ ایک بار وہاں مدرسہ قائم کیا جس میں دوسرے اساتذہ کے علاوہ خود بھی بلا معاوضہ تعلیم دیتے رہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد یہ مدرسہ ختم ہو گیا اس کا نام مدرسہ اسلامیہ تھا۔ بعد ازاں ۱۳۵۰ھ میں دوسرا دینی مدرسہ بنام تعلیم الاسلام قائم فرمایا یہ اب تک خدمت دین کر رہا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے مکتوب گرامی میں جس مدرسہ کا تذکرہ ہے وہ پہلے مدرسہ (اسلامیہ) کا حال دریافت فرمایا ہے۔ اس لئے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا سن وفات ۱۳۳۹ھ ہے اور تعلیم الاسلام کی بناء ۱۳۵۰ھ میں مولانا افضل علی نے ڈالی تھی۔ آپ نے مدرسہ ہذا میں مقامی مدرسین کے علاوہ مولانا قاری محمد یامین صاحب کو باہر سے بلا کر عہدۂ صدر المدرسین پر فائز کیا۔ قاری محمد یامین صاحب ایک کامیاب و ذی استعداد علم و عمل میں نہایت پختہ و ماہر فن تھے۔ بارہ بنکی آنے سے قبل ڈابھیل، تھانہ بھون وغیرہ کے معروف اداروں میں کامیاب مدرس رہ چکے تھے انہیں حکیم الامت تھانویؒ سے مشرفِ بیعت حاصل تھا اور مکمل [illegible] سال تک مولانا تھانویؒ [illegible] شدہ کپڑوں میں [illegible] ہیں [illegible] چکے تھے [illegible] ہے۔ جیسے کوئی پروانہ [illegible] بنا بھنتا چلتا رہے اور

نے قصبہ سنبھلہ میں نماز عید الاضحیٰ پڑھا کر عازم گونڈہ ہوئے۔ وہاں آپ کے صاحبزادے حکیم مسعود علی صاحب بسلسلہ ملازمت سرکار مقیم ہیں۔ تین ہفتہ قیام فرمانے کے بعد آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ چند روز کی مختصر علالت کے بعد بکم محرم الحرام ۱۳۸۰ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۶۰ء بوقت بارہ بجے شب بعمر ۸۰ سال یہ ماہتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھپ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مولانا کی تعلیمی ابتداء بھی گونڈہ تھی اور خاتمہ بھی گونڈہ ہوا۔ نماز جنازہ مولانا عبدالحئی خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مدنیؒ نے علماء و فضلاء اور طلباء کے جم غفیر کے ساتھ ادا فرمائی اور وہیں امانت خاک کے سپرد کر دی۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

بقیہ: اپنے علم و ہنر پر مغرور ہونا نازیبا ہے

حصول دولت کو اپنے علم پر مرتب کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ قارون اپنے محلات اور بے شمار خزانوں سمیت جنہیں وہ شریعت کے مطابق خرچ کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ زمین میں غرق کر دیا گیا۔

لہٰذا مال و دولت کا حصول اپنے ہنر سے سمجھنا بڑی بھول ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے مال و دولت وافر عطا فرماتا ہے اور علم و ہنر کے باوجود جسے چاہے مفلس رکھتا ہے۔

بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ:۔

"اور درحقیقت اگر روزی صرف سعی و تدبیر پر ہی موقوف ہوتی تو اکثر آدمی حکمت و تدبیر سے غنا حاصل کر سکتے تھے۔ مگر غنا اور تمول دیکھا جاتا ہے کہ حکمت اور تدبیر اور سعی پر موقوف نہیں بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک معمولی آدمی جو دو آنے تین آنے مزدوری کیا کرتا تھا چند سال میں لکھ پتی ہو گیا۔ اگر غنا تدبیر اور سعی سے بلا تقدیر حاصل ہو سکتا ہے تو ہم ایک ایک دوسرا آدمی منتخب کرتے ہیں جو قوت، ہمت اور [illegible] تدبیر میں اس سے زیادہ [illegible] [illegible] اس کے

کرتے ہیں اور اس سے پہلے کو دو آنہ روزانہ ملتے تھے۔ ہم اس کو چار آنہ یومیہ دیتے ہیں اور اس سے پہلے شخص کا تمام کارنامہ اس کو دے دیتے ہیں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ اس پہلے کے برابر یا اس کے قریب مضاعف مدت میں کما سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ترقی کے اسباب اور تدابیر بہت قومیں جانتی ہیں مگر ترقی وہی قومیں کرتی ہیں کہ جن کی تدبیر اور سعی کے ساتھ "تقدیر" بھی مساعدت کرتی ہے۔ ورنہ ان سے دگنی محنت کرتے ہیں اور افلاس نہیں جاتا۔ اصل یہ ہے کہ نہ تو نرے اسباب پر مدار ہے بلکہ تقدیر اور مشیت کی موافقت شرط ہے۔ اور نہ کارخانۂ اسباب بالکل معطل ہے کہ اس کو چھوڑ کر صرف دعا سے ہی کام لیا جائے۔" (دعوات الدعا حصہ دوم)

حاصل کلام جب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ہمت سے وقوع میں آتا ہے بندے کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اسے اپنی ہمت کی طرف منسوب کرے۔ بلکہ اسے یوں کہنا چاہئے:۔

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ

(اعراف۔ آیت ۱۸۸)

ترجمہ: کہہ دو میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے

(ف) "اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ کوئی بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو نہ اپنے اندر "اختیارِ مستقل" رکھتا ہے نہ "علم محیط"۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو علوم اولین و آخرین کے حامل اور خزائن ارضی کی کنجیوں کے امین بنائے گئے تھے۔ ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہے کہ دوسروں کو کیا خود اپنی جان کو بھی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا، نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہوں، مگر جس قدر اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے" (حضرت عثمانیؒ)

سیرت کانفرنس سرگودھا

مجلس استقبالیہ سیرت کانفرنس کی طرف سے پانچویں سالانہ کانفرنس بتاریخ ۲۶-۲۷-۲۸ ستمبر ۱۹۶۹ء بروز جمعہ - ہفتہ - اتوار، نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہو گی، جس میں [illegible] و مغربی پاکستان کے مقتدر علماء کرام و مشائخ عظام [illegible]

تزکیۂ قلب

ارشاداتِ عالیہ: حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ العالی —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(قسط نمبر ۳)

حضرت ابوذر غفاریؓ کا ایمان لانے کا واقعہ

اب میں نمونے کے طور پر صرف چند ایک چیزیں پیش کروں گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غفار کے قبیلے کے، مدینہ منورہ کے مضافات کے رہنے والے تھے، اور سُنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں، پہلے اپنے چھوٹے بھائی کو بھیجا کہ جاؤ پتہ لے آؤ اُن کی کیا تعلیم ہے؟ وہ دنیا کے سامنے کیا پیش کرتے ہیں؟ لیکن بھائی جو کچھ لے کر گیا، دل کی تسلّی کا کا سامان نہیں تھا اس میں۔ اس لئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ خود مکہ مکرمہ میں پہنچے۔ اندازہ کرو ان کے دل کی کمزوری کا، اُن کے ڈرپوک پن کا، کہ تقریباً انتیس دن یا پورا مہینہ تیس دن حرم مکہ میں رہے لیکن کفر کا غلبہ تھا، مشرکین کا زور تھا، ہمت نہ پڑی کہ کسے پوچھیں، کسی سے پوچھیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ اندازہ کرو پورے تیس دن حرم مکہ میں رہتے ہیں لیکن مشرکین کی ہیبت، ان کا رعب، ان کی شان و شوکت اور ان کا غلبہ دیکھ کر تیس دن رہے، کسی سے نہیں پوچھ سکے کہ حضور کہاں ہیں —— ایک دن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ تشریف لائے اور فرمایا کہ "اے مسافر! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنے مقصد تک ابھی نہیں پہنچا اور تو ابھی اپنی جستجو میں سرگرداں ہے، مجھے بتا، اگر کوئی میرے متعلق کام ہے تو میں تیری رہنمائی کروں یا تمہاری رفاقت کروں یا آپ کا ساتھ دوں یا آپ کو منزلِ مقصود تک ... قرآن مجھے آپ اپنا ہمدرد سمجھیں غلط ہے۔ یعنی اصل [illegible] ہوسکے گا تو

کی بات کہہ دی کہ "میں فلاں جگہ سے آیا ہوں، ایک مہینہ ہوا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنا چاہتا ہوں لیکن ڈر کے مارے کسی سے پوچھتا نہیں کہ کہیں مارپٹائی نہ شروع ہوجائے اور مقصد تک پہنچنے سے پہلے زندگی میری نہ ختم ہوجائے۔" تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "چپکے چپکے میرے پیچھے ہوجاؤ اور میرے ساتھ بات نہ کرنا اور میرے پیچھے فاصلے پر ہٹ کر چلنا۔ اگر مشرکین کو ذرا بھی شک ہوا کہ یہ میرے ساتھ کا ہے تو مارپٹائی شروع کردیں گے۔ بس میں آگے چلا جاؤں گا، اگر کوئی خطرناک آدمی سامنے آیا تو ایسے بیٹھوں گا جیسے کوئی پیشاب کے لئے بیٹھتا ہے اور تو آگے چلتے رہنا، میں تجھے مل جاؤں گا۔ فکر نہ کرنا۔"

تو اس وہم و خوف میں، اس ڈر اور ہراس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچے لیکن جب کلمہ پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس سے تزکیہ کا یہ اثر ہوا اور قلب کے اندر وہ قوت پیدا ہوئی، وہ جرأت پیدا ہوئی، وہ ہمت پیدا ہوئی، وہ دلیری پیدا ہوئی کہ کہنے لگے کہ "حضرتؐ! مجھے اجازت ہو تو میں حرم مکہ میں جاکر کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھوں" —— شفقتِ پدری ہوتی ہے، اور شفقتِ مرشدانہ ہوتی ہے اور شفقتِ نبی کی امت پر بے انتہا ہوتی ہے —— اس خیال پر کہ کفار معاف نہیں کریں گے، مشرکین مسافر سمجھ کر رحم نہیں کھائیں گے، ترس نہیں کریں گے، فرمایا۔ "بھائی! کفر کا غلبہ ہے، مشرکین مارپٹائی کریں گے، تکلیف ہوگی۔" "نہ حضرتؐ! کچھ نہیں، مجھے اجازت ہو تاکہ میں حق کا اظہار کروں" —— بیت اللہ شریف کے، حرم کے ... لے گئے اور بلند آ...

ہوئی، لہولہان کردیا۔ حضرت عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر چھڑایا اور کہا کہ بھائی! یہ تو غفار کے قبیلے کا ہے اگر اس کی جان ختم ہوگئی تو تمہارے تجارتی قافلے شام تک نہیں جاسکیں گے۔

خیر واقعہ لمبا ہے، میں نے تو اس کو تو بیان کرنا نہیں، مقصد یہ ہے کہ تزکیہ یہ ہوا کہ پہلے اتنی بزدلی تھی، اتنا ڈر تھا دشمن کا، غیر اللہ کا خوف اتنا غالب تھا کہ پوچھ نہیں سکتے تھے حق کے راہنما کی بابت لیکن جب کلمہ طیبہ پڑھا اور حضورؐ کی نظرِ انور سے وہ دل کے اندر جرأت اور ہمت پیدا ہوئی، جس کا تھوڑا سا نمونہ آپ کے سامنے پیش کرچکا ہوں۔

ایک اور صحابی کا بُت پرستی چھوڑ کر خداپرستی اختیار کرنے کا واقعہ

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میری پہلی زندگی یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک بُت تھا، میری امّاں مجھے دیتی تھی مکھن اور کچھ ایسی ویسی چیزیں کہ جاؤ "رب" کو کھلا آؤ، "رب" کو دے آؤ —— تو میں جاتا تھا، اس کے سامنے رکھ کر آتا تھا۔ تو جو لوگ اتنے گرے ہوئے تھے، خدا کی پہچان کے معاملے میں، کہ لکڑی اور مٹی اور پتھر کے بُتوں کو پوجتے تھے، انہیں بُت پرستی سے اتنی نفرت ہوئی، اتنے جدا ہوئے کہ وہ کھرے اور اعلیٰ درجے کے نہ فقط خدا پرست بنے بلکہ اُن کی خدا پرستی نے دنیا کی قوموں کو خدا پرست بنادیا۔

حضرت ولیدؓ بن ولید کا اسلامؑ کی حقّانیت پر ایمان لانے کا واقعہ

میرے دوستو! حضرت ولیدؓ کا واقعہ بیان کرکے پھر مضمون کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا، کیونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ ایک ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔ اور ایک ہیں اُن کے بھائی چھوٹے، ان کا نام بھی ولید تھا۔ یعنی خالد کے باپ کا نام بھی ولید تھا اور ولید نے ... بیٹے کا ... ولید رکھا تھا

ہے کہ بیٹے کا، باپ کا، دادے کا ایک نام ہوتا ہے۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام علی رکھا۔ تو خیر خالدؓ کے چھوٹے بھائی کا نام ولیدؓ تھا — بدر کی لڑائی میں یہ ولید جو تھے، یہ قیدی ہوگئے۔ وہ ستّر آدمی جو قیدی ہوئے تھے بدر کی لڑائی میں، اُن ستّر آدمیوں میں ایک قیدی ولید بھی تھے۔ ولید بن ولید — تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بھئی ان کے ورثاء کچھ معاوضہ دے دیں اور اُس معاوضے سے جنگی سامان خرید لیا جائے گا تو اس طرح یہ قیدی آزاد ہوجائیں گے اور مسلمانوں کے لئے جنگی سامان خریدنے کا کچھ سرمایہ بن جائے گا۔ تو خالدؓ نے بھی روپے دیکر ولید کو قیدیوں سے چھڑایا اور مکے میں لے آئے۔ تو جب یہ قیدی مکے میں پہنچے تو مکّے میں میٹنگ ہوئی، مجلس ہوئی، مل کر بیٹھے۔ قیدیوں سے پوچھنے لگے، خیر باتیں واتیں ہوئیں تو یہ بات سامنے آئی، کہنے لگے کہ "ولید! اب اگر پھر لڑائی ہو مسلمانوں کے ساتھ تو لڑوگے؟ میدان میں چلوگے؟" ولید نے کہا۔ "بھئی دوسروں سے پوچھو، مجھے مت چھیڑو۔ مجھ سے کچھ نہ پوچھو، میری بات رہنے دو۔" — نہیں بھائی! کوئی بات نہیں، لڑائی ہوتی ہے، قیدی بھی ہوتے ہیں، چھوٹ بھی جاتے ہیں، مر بھی جاتے ہیں، واپس بھی آجاتے ہیں، یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، گھبرانے کا کوئی معاملہ نہیں ہے، اب بتاؤ تو سہی نا آخر۔" "بھائی کہا جو ہے کہ مجھے مت چھیڑو، اور مجھ سے مت پوچھو اور میری بات رہنے دو، پھر تم مجھے تنگ کرتے ہو۔" "بھائی! ہم ضرور پوچھیں گے" — خیر وہ بات ہوتی ہواتی رہی۔ تو ولید نے کیا جواب دیا؟ ولید نے کہا کہ "بھائی! اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو میرے دل کی آواز یہ ہے جو ابھی عمل میں آجائے گی کہ میں مسلمان ہورہا ہوں۔" — سب سے پہلے جھنجھلا کر خالد نے کہا کہ "کمبخت! اگر مسلمان ہونا تھا تو وہیں مرجاتے [illegible] ہوجاتے، میری دس ہزار [illegible] ہوتی۔

میں نے دی تیری رہائی کے لئے، یہ میرے پیسے بچ جاتے۔" — تو خالد نے دو چیزیں پیش کیں — ایک یہ کہ مدینے میں کیوں مسلمان نہیں ہوئے اور دوسرے یہ کہ یہاں کیوں ہوئے اور یہ کہ بھئی پیسے کیوں میرے ضائع کرائے، وہیں مسلمان ہوجاتے تو میرے پیسے ضائع نہ جاتے — تو ولید نے کیا کہا؟ ولید نے کہا "میں نے اسلام کی سچائی کو وہاں قیدی بن کر جو دیکھا تو مجھے دل نے کہا کہ یہ اسلام سچا ہے۔" — یہ مجلس ان لوگوں کی ہے جن کے دلوں کا تزکیہ ہوچکا تھا۔ جن کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نے پاک کردیا تھا۔ اُن پاک بندوں کے ساتھ بیٹھنے کا یہ اثر ہوا کہ ابھی اسلام قبول نہیں کیا، لیکن دل نے اسلام قبول کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرلی اور دل کے اندر اتنی صفائی آگئی کہ اس کو اس آئینے میں، صحابہ کرام کے آئینے میں اسلام کی صحیح تصویر نظر آئی — تو ولید کہنے لگا "تم نے جو نقشہ اسلام کا پیش کیا تھا وہ تمہارے اپنے دل کی تصویر تھی، وہ غلط بیان تھا اور میں نے اسلام کو مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی عملی زندگی میں دیکھا، میرے دل نے شہادت دی کہ یہ مذہب سچا ہے اور تم سب جھوٹے ہو" — تو یہ تھا مزکّیٰ لوگوں کی مجلس کا اثر۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: مجلس ذکر

تجارتی قافلے کے ساتھ سفر کیا، وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ قافلہ جس خاتون کا تھا۔ انہوں نے آکر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عورت سے توصیف بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریق، آپؐ کے اخلاق وعادات بیان کیں تو نتیجہ یہ ہُوا کہ اس خاتون (حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ) نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں آپؐ کے عقد میں آنا چاہتی ہوں۔

جاؤ گے، جو مسلمان آج پیدائشی مسلمان ہیں، نسلی مسلمان ہیں جیسا کہ میں نے ابھی حضرتؒ کا پسندیدہ شعر پڑھا ہے

نہ صورت نہ سیرت نہ خالش نہ خط
بجبولبش نام نہا دند غلط

نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے یہ پنجابی اسلام ہے۔ داڑھیاں سفید ہو گئیں۔ نماز فرض ہے بے شک نہ پڑھو، روزہ فرض ہے بے شک نہ رکھو، زکوٰۃ فرض ہے بیشک نہ دو، حج فرض ہے ساری زندگی نہ کرو۔ لیکن وہ رسومات جو انہوں نے "اسلام" کا نام دے کر جاری کر رکھی ہیں ان پر عمل کرو تو مسلمان، اُن سے اختلاف کرو اور سچے اسلام کو سینے سے لگاؤ، حدیثوں پر عمل کرو، نبیؐ کی اتباع اور پیروی کرو تو جھٹ وہابی کا لقب دے دیں گے۔

صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کی نصیحت

تو اس حدیث کا مفہوم قرآن کی آیت کی روشنی میں یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہیں اور صحابہ چلوؤں میں پانی لے کر اپنے جسموں پر مل رہے ہیں۔ صحابہ کرام کی محبت کا اندازہ لگائیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ تو صحابہ کرام نے جواب دیا۔ کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی محبت کے باعث ہم ایسا کر رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ بے شک تمہاری اس نیک نیتی کا پھل تو ملے گا لیکن اصل آزمائش اور اصل کام یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے پڑوسی کو دُکھ اور تکلیف نہ دے۔ بلکہ خود اگر کھاتا ہے، پڑوس میں اگر کوئی بھوکا ہے تو اُس کو اپنے ساتھ شریک کرے۔ اس لئے بہت سی حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ ہنڈیا میں پانی زیادہ ڈال لو، شوربا زیادہ کرلو تاکہ آس پاس میں کوئی حاجتمند ہو تو اس کو بھی حصہ مل جائے اسی طرح فرمایا کہ کوئی بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو، مسکین اور محتاج کی حاجت روائی کرو، بیوہ یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو۔ اس کی ضرورت پوری کرو [illegible] مال میں کسی قسم [illegible]

کا مہینہ سال کے بعد آتا ہے، اسی طرح دوسری اقوام کے جشن بھی ہیں۔ ہندوؤں کے اپنے ہیں، سکھوں کے اپنے ہیں، یہ آتے ہی ہیں ہر سال سکھ، ننکانہ صاحب جاتے ہیں، مڑھی رنجیت سنگھ پہ آتے ہیں گوردوارہ پنجہ صاحب حسن ابدال میں آتے ہیں۔ اور اپنے طور پر برسی مناتے ہیں ہندو اپنے تہوار مناتے ہیں، یہودی اپنے مناتے ہیں، عیسائی اپنے مناتے ہیں، اب مسلمان بھی اگر ایک ماہ، ایک ہفتہ، یا ایک دن عید میلاد النبی منالیں اور باقی سارا سال اس سے لاتعلقی اور بے اعتنائی برتیں تو یہ ہمارے لئے کوئی خوبی یا بھلائی اور ہماری نجات کی راہ نہیں ہے، یہ تو ہمارے لئے وبال کی راہ ہے کہ ہم نے اتباع یہود و نصاریٰ کی اور ہنود کی شروع کر دی۔ نہ کہ پیغمبر خدا کی یا انبیاء کرام کی یا قرآن مجیدؐ کی۔ حالانکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ـــــ قرآن اور حدیث ـــــ کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ ان پہ عامل رہوگے تو پھر کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ اب آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ عید میلاد النبی کے موقعہ پر بتیاں جلانا جھنڈیاں بنانا، جلوس نکالنا، چھٹے کھڑکھڑانا اور لمبے لمبے جلوس سلسلہ بہ سلسلہ، بستی بستی شہر شہر گھوم رہے ہیں، بیچ میں چار چار پانچ پانچ نمازیں آرہی ہیں، زندگی بھر نہیں پڑھیں تو جلوس میں کون پڑھتا ہے؟ تو کہنے کی بات یہ ہے کہ جو کرنا ہے وہ نہیں کرنا، جو نہیں کرنا وہ ضرور کرنا ہے، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ یہ ہے پنجابی اسلام۔ اور سچ کہو تو پرے ہوہ اَلْحَقُّ مُرٌّ، سچی بات کڑوی لگتی ہے، کسی کو پسند نہیں آتی۔ اب میں جہاں بھی جاتا ہوں۔ بیان کرتا ہوں کہ ایک مسلمان جس کو نبیؐ کا اُمتی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ حضورؐ کے ارشادات کا سچا پیروکار بنے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات کو عبادت سے، اپنے نبی کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو خدمت سے راضی کرنے کی توفیق دے یہی قرآن اور احادیث کی تعلیمات کا جوہر عطر ہے۔ یعنی اصل آزمائش کی یہ ہے ... [illegible]

دودھ پینے والا مجنوں کون ہے۔ اور خون دینے والا مجنوں کون ہے چنانچہ جنگ احد میں پتہ چل گیا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے

دعا:۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی کردار پر عمل کراکے دنیا سے سرخرو ہے جائے۔ تاکہ توشۂ آخرت لے کر ہم جائیں، اللہ تعالےٰ عذاب قبر سے، عذاب برزخ سے بچائے اور ہماری قبریں جنت کے باغوں میں سے باغ بن جائیں نہ کہ ہماری بدعملی سے جہنم کا گڑھا بن جائیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اسلام پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور جو زبانی جمع خرچ ہم کرتے ہیں۔ اُس پر عملاً بھی عمل پیرا ہونے کی اللہ تعالے توفیق دے امین

بقیہ: اداریہ

مطابق کوئی حسب حال اور عام فہم نام پسند نہیں آیا۔"

معاصر عزیز کا خدشہ درست ثابت ہوا اور نئی جماعت کا نام امریکہ کی ایک جماعت سے مستعار لے لیا گیا اور اس سے قبل بعض اور جماعتوں کے نام انگریزی ہیں حالانکہ ان سب کے قائدین عوام دوستی کا نعرہ لگاتے لگاتے بے حال ہوئے جاتے ہیں ـــــ لیکن ہم معاصر عزیز سے عرض کریں گے کہ جس ملک میں مساجد گرجاؤں سے ملتی جلتی شکل میں تعمیر ہونے لگیں اس میں اگر جماعتوں کا نام انگریزی میں رکھ دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

ان دو مساجد کے بعد ان کے نقش وطرز پر اسی غیر اسلامی شکل میں مساجد بنانے کا جو گناہ جہاں کہیں ہوگا اس سے برابر کا حصہ ان دو مساجد کا نقشہ تیار کرنے والے، اس کی منظوری دینے والے حضرات کو بھی ملتا رہے گا۔ کاش اس طرز کے نقاش اور اس کی منظوری دینے والے حضرات کو معلوم ہوتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مشابہتِ کفار سے کس درجہ بیزار اور کس شدت سے اس سے احتراز و اجتناب کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم تو انسانی شکل و صورت میں بھی) مشابہتِ یہود و نصاریٰ ... [illegible] ... جہ جائیکہ اللہ کے ... [illegible]

روا رکھی گئی بلکہ اس کو سراہا اور اس پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ ہماری حالت اب اس درجہ گر چکی ہے اور ہم مغرب کی دریوزہ گری میں اس قدر آگے جا چکے ہیں کہ اللہ کے گھروں میں بھی مغرب پرستی کو اختیار کیا جا رہا ہے۔ نہ صرف اسلامی طرز تعمیر کے تسلسل اور اسلاف کے ساتھ وابستگی کے خاتمہ اور مشابہت بالکفار ہی کی وجہ سے یہ مساجد گرانے کے قابل ہیں بلکہ کچھ اور شرعی قباحتیں بھی ان میں پائی جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ اس طرح کی مسجدوں میں سب سے پہلی صف جو امام کے متصل ہے سب سے چھوٹی ہوگی۔ کیونکہ یہ مساجد بالکل گول ہیں۔ حالانکہ مسنون طریقہ جماعت کا یہ ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اگلی صفیں بڑی ہونی چاہیئیں تو اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ ... [illegible] مساجد میں تا قیام مسجد (یعنی جب تک اس ہیئت پر رہیں) جماعت ہمیشہ غیر مسنون طریقے پر ہوگی، وہ مسجد ہی کیا ہوئی کہ جس میں مسلمان سب سے بڑی عبادت ہمیشہ غیر مسنون طریقے پر پڑھنے کے لئے مجبور ہوں۔

دوسرے یہ کہ اگلی صف میں کھڑے ہونے کی ترغیب متعدد احادیث میں آئی ہے تو ایسی مساجد کے بنانے والوں نے اپنے تعمیری ذوق کی تسکین کی خاطر مسجد کو گول بنا کر اگلی صف کو چھوٹا کر دیا جو سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ آخر کیا مصیبت آپڑی تھی کہ ایک نیک کام کرتے ہوئے اس میں کئی برائیاں جمع کر دی جائیں ـــــ کسی ایک بدعت کو ختم کرکے اس کی جگہ سنت کو زندہ کرنا سو شہید کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن یہ حادثہ کتنا بڑا ہے کہ شہداء کی یاد میں بنائی جانے والی مسجد میں ایک خطرناک بدعت کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ اخبارات میں مسلسل یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ان مساجد کو گرا کر اسلامی طرز پر ان کی تعمیر کی جائے۔ ہم امید کریں گے کہ ہر دو مساجد کے منتظمین اسلامی نقطۂ نظر کا احترام اور عوام کے ایک صحیح مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ... ان ... کو اسلامی طرز تعمیر ... [illegible]

تعارف و تبصرہ

ح ۔ ن ۔ م

تصنیفات مولانا مطیع الحق رح

مولانا مطیع الحق صاحب رح نے اپنی ساری زندگی دینِ حق کی خدمت میں گزار دی۔ فیض باغ میں ضیاء العلوم کے نام سے ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔ (درجہ پرائمری مدرسۃ البنات میں تین سو طالبات پڑھتی ہیں اور حصہ مڈل میں ساڑھے پانچسو طلباء پڑھتے ہیں) جو آج تک جاری ہے مدرسہ کے ساتھ ایک مکتبہ بھی قائم کیا۔ جس کے زیر اہتمام علمی، دینی، تبلیغی اور تعلیمی کتابیں تصنیف کر کے ملک کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ اس وقت مولانا موصوف کی مندرجہ ذیل کتابیں ہمارے سامنے ہیں۔

اس ادارے کا انتظام ایک ٹرسٹ کے سپرد ہے۔ جس کے مہتمم مولانا علی اکبر ایم اے ہیں۔ یہ صاحب لوجہ اللہ دینی خدمت کر رہے ہیں۔

چیستان مرزا

جس میں لکھا ہے کہ کوئی یہ بتادے کہ مرزاجی بندہ تھے یا خدا۔ امتی تھے یا نبی۔ عورت تھے یا مرد۔ ماں تھے یا باپ۔ مسلمان تھے یا کافر انسان تھے یا پتھر۔

۱۰ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائیں۔

تحقیق مذاہب

جس میں آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مقدسہ، ارشادات مفسرین کرام و اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ ترین خلاصہ اور مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ارشادات کا نچوڑ درج ہے۔ مسلمانوں کو خود غرض اور بد عقیدہ لوگوں کی دستبرد سے بچا کر حنفی سنّی عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنانے والی کتاب ہے۔

وصف ذاتِ بے عیب در حقائق علم غیب

جس میں نہایت صراحت، وضاحت و دیانت کے ساتھ تین سو آیاتِ کریمہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے قرآنی واقعات و ارشادات محدثین و فقہائے کرام رحمہم اللہ سے علم غیب کلی اور علم ماکان و ما یکون کے متعلق اسلام کا حقیقی عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کا صحیح مسلک ثابت کیا گیا ہے۔

ہدیہ ۷۵ پیسے، علاوہ محصول ڈاک

مکالمہ ... لطائف رضاخانی

انشاء اللہ وہ ضرور کاذب و صادق میں فرق امتیاز کر کے اپنا ایمان بچالیں گے، اور خود کو عذابِ آخرت سے چھڑالیں گے۔ اس مختصر رسالہ میں حفظ الایمان کی اس بے داغ بے غبار صاف و شفاف بالکل ایمانی اور حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم و محبت کا درس دینے والی عبارت کی کُلّی تصریح و تشریح کی گئی ہے۔ جس کے اول آخر کو حذف کر کے بعض حضرات عوام کو دھوکہ دیتے ہیں، اور ایمان داروں پہ کفر کی تہمت لگا کر خود اپنا نقصان کرتے ہیں۔

ہدیہ ۷۵ پیسے، علاوہ محصول ڈاک

- یہ سب رسائل مکتبہ ضیاء الاسلام فیض باغ لاہور سے مل سکتے ہیں۔

بقیہ: درسِ قرآن

پکڑے ڈھانپتے ہیں یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ج اللہ جانتا ہے جو یہ پوشیدہ کرتے ہیں، اللہ جانتا ہے جو یہ سامنے کرتے ہیں۔ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۵ اور اللہ تو (عملوں کو چھوڑ دیجئے) اللہ تو جانتا ہے سینے کے رازوں کو بھی۔ عمل تو بعد کی بات ہے۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

برِّصغیر پاک و ہند کے

بیس (۲۰) بڑے مسلمان

جو ــــ مفسّر، مفکّر، مُدبّر، خطیب، ادیب، زعیم، وجیہ، محقّق، مُبلّغ، مُحدّث، مؤرّخ، موحّد، عالم، عارف، زاہد، عابد، قائد اور مُرشدِ کامل تھے۔

جن میں ــ شاہ ولی اللہؒ کا تفکّر ــ شاہ عبدالعزیزؒ کا تقویٰ ــ شاہ عبدالقادرؒ کی قرآن فہمی شاہ رفیع الدینؒ کی سلامت روی ــ شاہ اسمٰعیلؒ کا جذبۂ جہاد ــ اور ــ سیّد احمد شہیدؒ کی استقامت تھی۔

ــ اکابرِ دیوبند کے مثالی کردار کا ذکرِ جمیل ــ

ایک لافانی پیش کش ــــ عظیم تاریخی دستاویز ــــ عجیب داستانِ عشق و وفا۔

دلکش روشنی کا مینار ــ اکابر کے خطوط کا عکس ــ دلآویز واقعات ــ بیشمار معلومات کا خزانہ۔

دُنیا بھر کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت اہلِ علم و قلم کے مضامین سے مرتّب و مزیّن۔

سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات ۹۰۰ سے زائد ــــ شگفتہ کتابت

آفسٹ طباعت ــــ حسین گردپوش ــــ مجلّد، قیمت ۲۱ روپے

زیرِ طباعت ــــ محصولڈاک بذمہ خریدار

نمونہ کے لیے ایک روپیہ بھیج کر ایک جزو منگوائیے۔ پسند آئے تو پوری کتاب کا آرڈر دیجئے

انشاءاللہ ۱۴ر اگست ۱۹۶۹ء کو شائع ہو رہی ہے

شاد باش و شاد زی اے سرزمینِ دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

اکابرِ دیوبند کون تھے ــــ اور ــــ انہوں نے کس طرح دین کی حفاظت کی

ــــ ہمارے اکابر نے کیا کیا دیکھا؟ ــــ

حبسِ دوام ــ تختۂ دار ــ جیل کی کوٹھڑی ــ جلاوطنی ــ کالاپانی ــــ اور اس کے بدلے ــــ ملک و ملّت اور دُنیا کو کیا دیا ــــ صحیح دین، خالص توحید ــــ عشقِ رسالت ــ احترامِ اسلاف ــ علم و عمل کی دولت ــــ مُلکی آزادی ــــ اور ــــ سلطنت برطانیہ کا جاہ و جلال اور غرور خاک میں ملا دیا ــــ

یہ لوگ ــ قید و بند سے گزرے ــ ملک بدر ہوئے ــــ شعلوں میں کودے
آگ سے کھیلے ــ اور ــ طوفانوں سے ٹکرائے

اِس داستانِ عشق و وفا کو ہماری کتاب

بیس (۲۰) بڑے مسلمان

ــــ میں مطالعہ کیجئے ــــ

صد سالہ دینی جدوجہد ــ تحریکِ آزادی ــ اور اشاعتِ کتاب و سُنّت کا تذکرہ
گذشتہ سو سال کی علمی، دینی، سیاسی، ادبی، مُلکی تاریخ کا تابناک پہلو،
[illegible]

بیس (۲۰) بڑے مسلمان

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ
مولانا اشرف علی تھانویؒ	علامہ محمد انور شاہ محدثِ کشمیریؒ
مولانا عبید اللہ سندھیؒ	مُفتی کفایت اللہ دہلویؒ
مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
مولانا محمد الیاس دہلویؒ	مولانا شیخ عبد القادر رائپوریؒ
مولانا احمد علی لاہوریؒ	مُفتی محمد حسن امرتسریؒ
مولانا ابو الکلام آزادؒ	مولانا محمد علی جوہرؒ
مولانا سیّد محمد سلیمان ندویؒ	مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	سردار احمد خان پتافیؒ

۵ یکم اگست تک دس روپے پیشگی آنے پر رعایتی قیمت ۱۸ روپے

حضرت درخواستی مفتی محمود مدظلہ مولانا محمد علی جالندھری مولانا عبید اللہ انور

کی

مشترکہ اپیل

"الحمدللہ! بڑی خوشی کی بات ہے کہ مکتبہ رشیدیہ لاہور اکابر کی سوانح "بیس بڑے مسلمان" کے عنوان سے شائع کر رہا ہے۔ وقت کا یہ بہت بڑا تقاضہ ہے کہ ان بزرگوں کے حالات کو موجودہ اور آئندہ نسل کے لیے محفوظ کیا جائے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ ہمارے اکابر نے کس طرح ہم تک دین پہنچایا اور ہم کیسے آزاد ہوئے۔ یہ ایک بڑی دستاویز اور تاریخی کتاب ہے۔ لہٰذا ہم جماعتی احباب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ دس روپے پیشگی جمع کرا کر اس کے خریدار بنیں تاکہ مکتبہ کو کتاب کی اشاعت میں سہولت ہو۔ آپ کے تعاون سے کتاب جلد بازار میں آجائے گی۔

محمد عبد اللہ درخواستی　محمد علی عفا اللہ عنہ　محمود عفا اللہ عنہ　احقر عبید اللہ انور

جو دوست قبل ازیں خریدار بن چکے ہیں۔ وہ اپنے احباب کو متوجہ کریں۔

یہ کتاب برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے اور ایسی کتابیں روز روز نہیں چھپتیں۔ ہر پڑھے لکھے گھر میں اِس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہے لہٰذا پیشگی دس روپے بھیج کر اپنی کتاب محفوظ کرا لیں۔ اس طرح آپ کو فائدہ بھی ہوگا۔

یہ کتاب آپ کو [illegible] شیخ کامل کا کام بھی دے گی!!

[illegible] پاک و ہند میں اس سے قبل نہیں چھپی

مکتبہ [illegible] ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ [illegible]

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۶۷۶۸-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۲ر مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر